

# شہیدِ عظمیٰ رضی اللہ عنہ

مولانا ابوالکلام آزاد

بساطِ ادب      ادبی مارکیٹ  
حکومتِ اُردو      لاہور

سلسلہ اسلامیات نمبر ۲

# عظیم شہید احمد



امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

بساط ادب ادبی مارکیٹ چوک انارکلی  
لاہور

(جلد حقوق محفوظ ہیں)

بار : پنجم

قیمت : = ۱۵ روپے

چوہدری ثناء اللہ بھٹہ نے گنج شکر پرنٹرز لاہور میں چھپوا کر  
بساط ادب لاہور سے شائع کیا

# فہرِس

- ۱ ————— تاریخِ کربلا ————— ۵۷
- ۲ ————— عشرة محرم الحرام ————— ۶۲
- ۳ ————— شہادتِ حسینؑ —————
- ۷۷ ————— اور اسلام —————
- ۴ ————— خونِ شہادت —————
- ۹۰ ————— گے پیکار —————

## تاریخِ کربلا

۱۱۔ مجھے وہی ٹوٹ جانے دو جہاں سے آیا ہوں۔

۱۲۔ مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کر لینے دو۔

۱۳۔ مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیج دو۔ وہاں

کے لوگوں پر جو گزرتی ہے ۔ وہی مجھ پر بھی  
گزرے گی۔

اہل بیت شروع سے اپنے تیش خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے امیر معاویہ  
بن ابی سفیان کی وفات کے بعد تخت خلافت خالی ہوا۔ یزید بن معاویہ  
پہلے سے دہلی عہد مقرر ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی خلافت کا اعلان کیا اور  
حسین بن علی علیہ السلام سے بھی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے کوفہ کو دار الحکومت قرار دیا تھا۔ اس  
لئے وہاں اہل بیت کرام کے طرفداروں کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے حضرت  
حسین کو خط لکھا کہ آپ تشریف لایئے ہم آپکا ساتھ دیں گے۔ آپ نے  
چھپرے بھائی مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجا اور  
خود بھی سفر کرنے لگے۔

دوستوں کا مشورہ آپ کے عزیزوں اور دوستوں کو معلوم ہوا تو

سخت مضطرب ہوتے۔ وہ اہل کفر کی بے وفائی اور زمانہ سازی سے واقف تھے۔ بنی امیہ کی سخت گیر ملامتوں سے بھی بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے اس سفر کی مخالفت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا: ”وگ یمن کر بہت پریشان ہیں کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ مجھے اصل حقیقت سے آگاہ کیجئے۔“ حضرت حسینؑ نے جواب دیا: ”میں نے عزم کر لیا ہے آج ہی کل میں روانہ ہوتا ہوں۔“ ابن عباسؑ نے بے اختیار پکارا اٹھے: ”خدا آپ کی حفاظت کرے کیا آپ ایسے لوگوں میں جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کو بے دست و پا کر دیا ہے؟ دشمن کو نکال دیا ہے اور ملک پر قبضہ حاصل کر لیا ہے؟ اگر وہ ایسا کر چکے ہیں تو شوق سے تشریف لے جائیے۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوا ہے، حاکم بدستور ان کی گردن دباتے بیٹھا ہے، ان کے گشتے برابر پانی کھرتیاں کر رہے ہیں تو ان کا آپ کو بلانا اور حقیقت جنگ کی طرف بلانا بے فائدہ ہے وہ آپ کو دھوکا نہ دیں اور جب دشمن کو ملامتور دیکھیں تو خود آپ سے ٹرنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائیں۔“ مگر آپ اس طرح کی باتوں سے متاثر نہ ہوتے اور اپنے ارادہ پر قائم رہے۔

جب روانگی کی گھڑی بالکل قریب آگئی تو ابن عباسؑ کا جوش

ہر منت کہا: ”میں خاموش رہنا چاہتا تھا مگر خاموش نہیں رہا جاتا۔ میں اپنی ہلاکت اور بربادی دیکھ رہا ہوں۔ عراق واسے دعا باز ہیں۔ ان کے قریب بھی نہ جانیے۔ یہیں قیام کیجئے کیونکہ یہاں حجاز میں آپ سے بڑا کوئی نہیں ہے۔ اگر عراق کا

آپ کو بلاتے ہیں تو ان سے کہیے۔ پہلے مخالفین کو اپنے علاقے نکال دو  
پھر مجھے بلاؤ، اگر آپ حجاز سے جانا ہی چاہتے ہیں، تو میں چلے جایے وہاں قطعے  
اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ ملک کشادہ ہے آبادی عموماً آپ کے والد  
کی خیر خواہ ہے وہاں آپ ان لوگوں کی دسترس سے باہر ہوں گے  
خطوں اور قاصدوں کے ذریعے اپنی دعوت پھیلایے گا۔ مجھے یقین  
ہے اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن حضرت حسینؑ نے جواب دیا۔ ”اے ابن عم! میں جانتا ہوں  
تم میرے خیر خواہ ہو لیکن اب میں عزم کر چکا ہوں۔“  
ابن عباس نے کہا۔

آپ نہیں مانتے تو عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جایے۔ مجھے  
اندیشہ ہے۔ آپ ان کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح قتل نہ کر ڈالے  
جائیں جس طرح عثمان بن عفان اپنے گھر والوں کے سامنے قتل کئے گئے۔  
تھے۔ ”تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے جوش میں  
اُکر کہا: ”اگر مجھے یقین ہو کہ آپ کے بال کڑھیں اور لوگوں کے جمع ہونے  
سے آپ رُک جائیں گے تو واللہ میں ابھی آپ کی پیشانی کے بال کڑھ  
لوں۔“ مگر آپ اپنے ارادہ پر قائم تھے۔

ابن عباسؓ نے آپ  
کو سمجھایا، آپ کے چھپے بھائی عبداللہ  
عبداللہ بن جعفر کا خط  
بن جعفر نے مدینہ سے خط بھیجا۔

”میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہ خط دیکھتے ہی اپنے ارادے سے باز آجائیے کیونکہ اس ارادہ میں آپ کے لئے ہلاکت اور اہل بیت کے لئے بربادی ہے۔ اگر آپ قتل ہو جائیں تو زمین کا فود بچھ جاتے گا۔ اس وقت ایک آپ ہی ہدایت کا نشان اور ارباب ایمان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے۔“

یہی نہیں بلکہ عبداللہ بن جعفرؓ نے یزید کے مقرر کے ہوتے والی کا خط | والی عمرو بن سعید بن العامر سے جا کر کہا: ”حسین ابن علیؓ کو خط لکھ کر ہر طرح مطمئن کر دو۔“ عمرو نے کہا: ”آپ خود لکھ لائیے میں مہر کر دوں گا۔“ چنانچہ عبداللہ نے والی کی جانب یہ خط لکھا:۔

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اس راستہ سے دور کر دے۔

جس میں ہلاکت ہے اور اس راستہ کی راہنمائی کرے جس میں سلامتی ہے، مجھے معلوم ہوا ہے، آپ عراق جا رہے ہیں میں آپ کے لئے شقاق و اختلاف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپ کی ہلاکت سے ڈرتا ہوں، میں عبداللہ بن جعفر بن سعید کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ ان کے ساتھ واپس چلے آئیے۔ میرے پاس آپ کے لئے امن و سلامتی، نیکی، احسان اور حسن ہوا ہے، خدا اس پر شاہد ہے وہی اس کا خلیل، نگہبان اور وکیل ہے۔ والسلام

مگر آپ بدستور اپنے ارادے پر جمے رہے (ابن جریر و غیرہ)

فرزوق سے ملاقاتیں | مکر سے آپ عراق روانہ ہو گئے ”صفاح“ نام مقام



پر مشہور محب اہل بیت شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا: "تیرے پیچھے لوگوں کا کیا حال ہے؟" فرزدق نے جواب دیا: "ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں خزا میہ کے ساتھ ہیں" آپ نے فرمایا: "سچ کہتا ہے، اب معاملہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر لمحہ کسی حکم فرماتی میں ہے اگر اس کی مشیت ہماری پسند کے مطابق ہو تو اس کی ستائش کریں گے، اگر امید کے خلاف ہو تو بھی نیک نیتی اور تقویٰ کا ثواب کہیں نہیں گیا ہے۔"

یہ کہا اور سواری آگے بڑھائی۔

زندہ و نام مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ کے نائب مسلم بن عقیل کو کوفہ میں جرید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے اعلانیہ قتل کر دیا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رہی گئی۔ آپ نے ساقی بار بار ایٹا ہٹا دیا اِنَّا اَللّٰہُ وَ اَلْجَعُوْنَ پڑھنا شروع کیا۔ بعض ساتھیوں نے کہا:

"اب بھی وقت ہے ہم آپ کے اور اہل بیت کے معاملہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں اللہ ہمیں سے ٹٹ چلے کوفہ میں آپ کا کوئی ایک بھی طرفدار مددگار نہیں ہے سب آپ کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے۔"

آپ خاموش ہو گئے اور واپسی پر حذر کرنے لگے۔ مسلم بن عقیل کے عزیز کھڑے ہو گئے۔ موالدہم ہرگز نہ ٹھیں گے۔ انہوں نے کہا: "ہم اپنا انتقام لیں گے یا اپنے بھائی کی طرح مرجائیں گے؟" اس پر آپ نے ساتھیوں کو نظر اٹھا کر دیکھا اور ٹھنڈی سانس

سے کر فرمایا۔ ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

راستہ میں بھیڑ چھٹ گئی | بددلوں کی ایک بھیڑ آپ کے ساتھ ہو گئی تھی یہ سمجھتے تھے کہ کوفہ میں خوب آرام کریں گے آپ

ان کی حقیقت سے واقف تھے۔ سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔

”اے لوگو! ہم نہایت دہشت ناک خبریں پہنچی ہیں۔ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن بقر قتل کر ڈالے گئے۔ ہمارے طرف داروں نے یونانی کی۔

کوفہ میں ہمارا کوئی مددگار نہیں، جو ہمارا ساتھ چھوڑنا چاہے چھوڑ دے، ہم ہرگز خفا نہ ہوں گے۔“ بھیڑ نے یہ سنا تو دائیں بائیں کٹنا شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کے ساتھ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ساتھ چلے تھے۔

حربین یزید کی آمد | قادسیہ سے جرنی آگئے بڑے، عبید اللہ بن زیاد والی عراق کے عامل حصین بن نمیر بھی کی طرف سے حربین یزید ایک

ہزار فوج کے ساتھ نمودار ہوا۔ اور ساتھ ہر لیا۔ اسے حکم تھا کہ حضرت حسین کے برابر لگا رہے اور اس وقت تک پیچھا نہ چھوڑے جب تک انہیں عبید اللہ بن زیاد کے رو برو نہ پہنچا دے، اسی اثنا میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ آپ تہ بند باندھے، چادر اوڑھے، نعل پہنے تشریف لاتے اور حمد و نعت کے بعد اپنے ساتھیوں اور حر کے سپاہیوں کے سامنے خطبہ دیا۔

اے لوگو! خدا کے سامنے اور تمہارے سامنے میرا فدیہ یہ ہے کہ میں اپنی خطبہ | طرف سے یہاں نہیں آیا ہوں، میرے پاس تمہارے خطوط پہنچے، تا صدمتے، مجھے بار بار دعوت دی گئی کہ ہمارا کوئی امام نہیں، آپ ایسے تاکہ خدا

ہیں آپ کے ہاتھ پر جمع کر دے، اگر اب بھی تباہی حالت یہی ہے تو میں آگیا ہوں  
 اگر مجھ سے عہد و پیمان کے لئے تیار ہو جی پر میں مطمئن ہو جاؤں تو میں تباہ  
 شہر چلنے کو آمادہ ہوں۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ تم میری آمد سے ناخوش ہو تو میں  
 وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں۔“

دشمنوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی | کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔  
 دیر تک خاموش رہنے کے بعد  
 موزن سے کہنے لگے: ”امامت پکارو“ حضرت حسینؑ نے حرب بن یزید سے کہا: کیا تم  
 علیحدہ نماز پڑھو گے؟“ اس نے کہا: ”نہیں، آپ امامت کریں ہم آپ ہی کے پیچھے  
 نماز پڑھیں گے۔“

وہیں عصر کی نماز بھی پڑھی۔ دوست و دشمن سب مقتدی تھے سلام کے  
 بعد آپ نے پید خطبہ دیا

اے لوگو! اگر تم تقویٰ پر ہو اور حقدار کا حق پہنچاؤ تو یہ خدا کی خوشنودی کا  
 خطبہ | موجب ہو گا۔ ہم اہل بیت ان مدعیوں سے زیادہ حکومت کے حقدار  
 ہیں ان لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ یہ تم پر ظلم و جور سے حکومت کرتے ہیں لیکن اگر تم ہمیں  
 ناپسند کرو، ہمارا حق نہ پہنچاؤ اور اب تباہی راستے اس کے خلاف ہو گئی ہو جو تم نے  
 مجھے اپنے خطوں میں لکھی اور قاصدوں کی زبانی پہنچاتی تھی تو واپس پٹے جانے  
 کے لئے بخوشی تیار ہوں۔

اس پر حزن سے کہا: ”آپ کن خطوں کا ذکر کرتے ہیں؟“  
 اہل کوفہ کے خطوط | ایسے خطوں کا کوئی علم نہیں۔“ آپ نے عقبہ بن سعد کو

حکم دیا کہ وہ دونوں تھیلے نکال لاتے جن میں کوفہ والوں کے خط بھرے ہیں۔ عقبہ نے تھیلے تبدیل کر خطوں کا جو میر لگا دیا۔ اس پر حرس نے کہا: لیکن ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے یہ خط لکھے تھے۔ میں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو عبید اللہ بن زیاد تک پہنچا کے چھوڑ دیں۔ حضرت امام نے فرمایا: ”لیکن یہ موت سے پہلے ناگھن ہے۔“

آپ نے پھر رداً گئی کا حکم دیا لیکن غنائین نے راستہ رک دیا۔ آپ نے خفا ہو کر حرس سے کہا: ”تیری ماں تجھے روتے تو کیا چاہتا ہے؟“ حرس نے جواب دیا: ”واللہ اگر آپ کے سوا کوئی اور عرب میری ماں کا نام زبان پر لے تو میں اسے تباہ دیتا لیکن آپ کی ماں کا ذکر میری زبان پر برائی کے ساتھ نہیں آ سکتا۔“ آپ نے فرمایا: ”پھر تم کیا چاہتے ہو؟“ اس نے کہا: ”میں آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس سے جانا چاہتا ہوں۔“ آپ نے فرمایا تو واللہ میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔“ جب گفتگو زیادہ بڑھی تو حرس نے کہا: ”مجھے آپ سے رٹنے کا حکم نہیں ملا ہے، مجھے صرف یہ حکم ملا ہے کہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں! یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں اگر آپ اسے منظور نہیں کرتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ کو جاتا ہو نہ مدینہ کو میں ابن زیاد کو کہتا ہوں، اگر آپ پسند کریں تو خود بھی یزید یا عبید اللہ کو لکھتے شاید میرے لئے کوئی غلطی کی صورت پیدا کر دے اور آپ کے معاملہ میں امتحان سے بچ جاؤں۔“ یہ بات آپ نے منظور کر لی اور روانہ ہوئے (ابن جریر اور کمال وغیرہ) راستہ میں کئی اور مقامات پر بھی آپ نے دوستوں اور دشمنوں ایک اور خطبہ کو مخاطب کیا۔ مقام بیضا میں یہ خطبہ دیا:۔

اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جو کوئی ایسے حاکم کو دیکھے جو ظلم

کرتا ہے۔ خدا کی قائم کی برائی میں توڑتا ہے۔ بعد الہی شکست کرتا ہے اور دیکھنے والا دیکھنے پر بھی نہ تو اپنے فعل سے اس کی مخالفت کرتا ہے نہ اپنے قول سے۔ سو خدا ایسے لوگوں کو اچھا ٹھکانا نہیں بخشنے گا۔ دیکھو یہ لوگ شیطان کے پیرو بن گئے ہیں۔ رخصت سے سرکش ہو گئے ہیں۔ فساد کا ہر ہے۔ حدود الہی معطل ہیں، مال غنیمت پر ناجائز قبضہ ہے۔ خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق و عدل سے بدل دینے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ تمہارے پیشمار خطوط اور تادم میرے پاس پیام بیعت لے کر پہنچے تم عبد کے چکے ہو کہ نہ تو مجھ سے بے وفائی کرو گے نہ مجھے دشمنوں کے حوالے کرو گے، اگر تم اپنی اس بیعت پر قائم رہو تو یہ تمہارے لئے راہ ہدایت ہے۔ کیونکہ میں حسین بن علیؑ، ابن فاطمہؑ رسول اللہ کا نواسہ ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ، میرے ہال بچے تمہارے ہال بچوں کے ساتھ ہیں۔ مجھے اپنا نمونہ بناؤ اور مجھ سے گردن نہ موڑو لیکن اگر تم ایسا نہ کرو بلکہ اپنا عہد توڑ دو اور اپنی گردن سے میری بیعت کا حلقہ نکال چھینکو تو یہ بھی تم سے بعید نہیں۔ تم میرے باپ۔ بھائی اور عم زاد مسلم کے ساتھ ایسا ہی کر چکے ہو۔ وہ فریب خوردہ ہے جو تم پر بھروسہ کرے۔ لیکن یاد رکھو تم نے اپنا ہی نقصان کیا ہے اور اب بھی اپنا ہی نقصان کرو گے۔ تم نے اپنا حصہ کھو دیا۔ اپنی قسمت بگاڑ دی، جو بد عہدی کرے گا خود اپنے خلاف بد عہدی کرے گا۔ اللہ تم کو حکیم و رحمتہ دہر کا تہا۔

ایک اور تقریر | ایک دوسری جگہ یوں تقریر فرمائی :-  
 "مسائل کی جو صورت ہو گئی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا نے

اپنا رنگ بدل دیا، منہ پھیر لیا۔ نیکی سے خالی ہو گئی۔ پچھٹ باقی ہے۔ حقیر سی زندگی رہ گئی ہے، ہونا کی نئے احاطہ کر لیا ہے۔ انہوس اقم دیکھتے نہیں کہ حق پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ باطل پر علانیہ عمل کیا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑے۔ وقت آ گیا ہے کہ مومن حق کی راہ میں بقاتے الہی کی خواہش کرے۔ میں شہادت بھی کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا بھلے خود ایک جرم ہے۔

**زہیر کا جواب** یہ خط سن کر زہیر بن الیقین ابھی نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا: "تہرہ دے یا میں ہوں؟" سب نے کہا: "تم ہوں" زہیر نے تقریر کی۔

"اے ذرہ رسول اللہ خدا آپ کے ساتھ جو ہم نے آپ کی تقریر سنی، واللہ اگر دنیا ہمارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی جو اود ہم سدا اس میں رہنے والوں میں مومن، جب بھی آپ کی حمایت و نصرت کے لئے اس کی جدائی گوارا کر لیں گے اور ہمیشہ کی زندگی پر آپ کے ساتھ مرجانے کو ترجیح دیں گے۔"

**حر کی دھمکی** حرمین یزید آپ کے ساتھ برابر چلا آ رہا تھا۔ بار بار کہتا تھا: حسینؑ اپنے معاملہ میں خدا کو یاد دیجئے۔ میں گواہی دیتا ہوں اگر آپ جنگ کریں گے تو ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے۔

ایک مرتبہ آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا: "تو مجھے موت سے ڈرنا ہے کیا تمہاری شقاوت اس حد تک پہنچ جاتے گی کہ مجھے قتل کر دے؟" سمجھ میں نہیں آتا کہ کچھ کیا جواب دوں؟ لیکن میں وہی کہوں گا جو رسول اللہ صلم کے ایک صحابی نے

جہاد پر جاتے ہوئے اپنے بھائی کی دھمکی سن کر کہا تھا :-

”میں رداۃ ہوتا ہوں ، مرد کے لئے موت ذات نہیں ہے جبکہ اس کی نیت نیک ہو اور اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو اور جبکہ اپنی جان سے کرمالین کا مددگار اور دغا باز ، ظالم ہلاک ہونے والے سے جدا ہو رہا ہو۔“

**چار کوفیوں کی آمد** | عذیب الہیانات نام مقام پر کوفہ سے چار سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان کے آگے آگے طراح بن علی یہ اشعار پڑھ رہا تھا :-

یانا قتی لا تذعن من رجری      دشمنی قبل طلوع الفجر

اے میری اونٹنی! میری وراثت سے ڈر نہیں      طلوع فجر سے پہلے ہمت سے چل

بغیر رکبان درخیر سفر      حتی قبلی بکویم النجر

اچھے مسافروں کو ملے چل سب سے بہتر سفر چل یہاں تک کہ شریف النسب آدمی تک پہنچ جا

الصاحدا المحر وحبیب الصدا      انی بسا للہم لخیرامر

وہ عزت والا ہے، آزاد ہے، فرائض میں ہے، اللہ کے سب سے اچھے کام کے لئے لایا ہے

ثبت البقاء بقا الدھر      خدا سے ہمیشہ سلامت رکھے۔

حضرت حسینؑ نے یہ شعر سنے تو فرمایا : ”واللہ مجھے یہی امید ہے کہ خدا کو

ہمارے ساتھ بھلائی منظور ہے۔ چاہے قتل ہوں یا فتح یاب ہوں۔“

حرب یریدنے ان لوگوں کو دیکھا تو حضرت سے کہا : ”یہ لوگ کوفہ کے ہیں، آپ

کے ساتھی نہیں ہیں، میں انہیں روکوں گا یا واپس کر دوں گا۔“ آپ نے فرمایا : ”تم

دھوکہ کر چکے ہو کہ ابن زیاد کا خط آنے سے پہلے مجھ سے تعرض نہیں کرے گا۔ وہ

اگرچہ میرے ساتھ نہیں آتے لیکن میرے ہی ساتھی ہیں، مگر ان سے چھیڑ چھاڑ  
 کر دے تو میں تم سے ملوں گا۔" یہ سن کر حر خاموش ہو گیا۔

**کوفہ والوں کی حالت** | اسے والوں سے آپ نے پوچھا: لوگوں کو کس حال  
 میں چھوڑ آتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: شہر کے  
 سرداروں کو شہر تیس دیکر ملا لیا گیا ہے، عوام کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان  
 کی تلواریں گل آپ کے خلاف نیام سے باہر نکلیں گی۔

**آپ کے قاصد کا قتل** | اس سے پہلے آپ قیس بن مسہر کو بطور قاصد کوفہ  
 بھیج چکے تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے ان کو قتل کر ڈالا

تھا۔ مگر آپ کو اطلاع نہ تھی۔ ان لوگوں سے قاصد کا حال پوچھا۔ انہوں نے سارا  
 واقعہ بیان کیا۔ آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا: *منہم منی قفعی  
 نعبہ وھنہم من یشترطو ما بدلتہم*۔ بعض اُن میں سے مرچکے  
 ہیں اور بعض موت کا انتظار کر رہے ہیں مگر حق پر ثابت قدم ہیں۔ اس میں  
 کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ خدایا ہمارے لئے اور ان کے لئے جنت کی راہ کھول  
 دے۔ اپنی رحمت اور ثواب کے دارالقرار میں، ہمیں اور انہیں جمع کر۔

**طرح بن عدی کا مشورہ** | طرح بن عدی نے کہا: واللہ میں آنکھیں پھاڑ  
 پھاڑ کر دیکھ رہا ہوں مگر آپ کے ساتھ کوئی

نہیں دکھائی دیتا۔ اگر صرف یہی لوگ ٹوٹ پڑیں جو آپ کے پیچھے گئے ہوتے ہیں تو خفا  
 ہو جاتے۔ میں نے اتنا بڑا انبؤہ آدمیوں کا کوفہ کے عقب میں دیکھا ہے جتنا کسی  
 ایک مقام پر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سب اس لئے جمع کئے گئے ہیں کہ ایک حسین



میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر کوئی ہو تو آپ ایک ہفت بھی سچے نہ  
 بڑھے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں دشمنوں سے بالکل امن  
 ہو تو میرے ساتھ چلتے ہیں اپنے پہاڑ، اجا، میں آپ کو آذروں گا۔ واللہ ہاں  
 دس دن بھی نہ گزریں گے کہ قبیلہ طے کے میں ہزار پہاڑ، تلواریں لئے آپ  
 کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ واللہ جب تاکے ان کے ہم میں دم رہے  
 گا۔ آپ کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکے گا۔ آپ سے جواب دیا: خدا تعالیٰ  
 جزائے خیر دے لیکن ہمارے اور ان کے درمیان ایک غبہ چاہیے۔ ہم اس  
 کی موجودگی میں قدم پیچھے نہیں ہٹا سکتے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارا ان کا  
 معاملہ کس حد تک پہنچ کر ختم ہو گا۔

اب آپ کو یقین ہو چلا تھا کہ موت کی طرف جارہے ہیں۔ تقریبی تعاقب  
**خواب** نامی مقام سے کوچ کے وقت اونگھ گئے تھے۔ پھر چونک کر باواز  
 بلند کہنے لگے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی  
 الْاَضْلَعِیْنِ۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے علی نے عرض کیا یہ  
 اِنَّا لِلّٰہِ اور الحمد للہ کیوں فرمایا؟ آپ نے جواب دیا۔

”جان پدر! ابھی اونگھ گیا تھا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سوار  
 کتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ وگ چلتے ہیں، موت ان کے ساتھ چلتی ہے۔ میں کچھ  
 گئی کہ یہ ہماری موت کی خبر ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے۔“ علی نے کہا: خدا آپ  
 کو روزِ بدر نہ دکھاتے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: بیشک ہم حق پر ہیں، اس  
 پر وہ کہہ اٹھے۔ اگر ہم حق پر ہیں تو موت کی کوئی پرواہ نہیں۔“

یہ وہی آپ کے صاحبزادے ربؐ جیمین کر بل میں شہید ہوئے اور علی اکبرؑ کے لقب سے مشہور ہیں (ابن جریر، شرح نہج البلاغۃ، مالمی سید مرتضیٰ وغیرہ ذاک)

ابن زیاد کا خط | صحیح آپ پھر سوار ہوئے، اپنے ساتھیوں کو پھیلانا شروع کیا۔ مگر حربی یزید انہیں پھیلنے سے روکتا تھا۔ باہم دیر تک کشمکش جاری رہی۔ آخر کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ یہ ہتھیار بند تھا۔ حضرت حسینؑ کی طرف سے اس نے منہ پھیر لیا مگر حکم کو سلام کیا اور ابن زیاد کا خط پیش کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:-

”حسینؑ کو کہیں ٹھکنے نہ دو۔ کھلے میدان کے سوا کہیں اترنے نہ پاتے۔ قلعہ بند یا شاداب مقام میں پڑاؤ نہ ڈال سکے۔ میرا یہ قاصد تمہارے ساتھ رہے گا اور دیکھتا رہے گا کہ تم کہاں تک میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو۔“

حُزن خط کے مضمون سے حضرت امامؑ کو آگاہ کیا اور کہا اب میں مجبور ہوں آپ کو بے آب و گیاہ میدان ہی میں اترنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ پیر بنی العقیق نے حضرتؑ سے عرض کیا: ”ان لوگوں سے لڑنا، اس فوج گراں سے لڑنے کے مقابلہ میں کہیں آسان ہے جو بعد میں آتے گی۔“ مگر آپؑ نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ ”میں اپنی طرف سے لڑائی میں پس نہیں کروں گا۔“ زہیر نے کہا: ”تو پھر اس سامنے کے گھاؤں میں چل کر اتریتے، جو فرات کے کنارے ہے اور قلعہ بند ہو جایتے۔“ آپؑ نے پوچھا: ”اس کا نام کیا ہے؟“ زہیر نے کہا: ”عقر“ (عقر کے معنی کانٹا، بے ثمر، بے نتیجہ ہونا) یہ سن کر آپؑ مغضب ہو گئے۔ اور کہا: ”عقر سے خدا کی پناہ۔“

آخر آپ ایک اجازت سرزمین میں جا کر اتر پڑے پوچھا: اس  
کربلا میں ورود سرزمین کا نام کیسے ہے؟ معلوم ہوا کہ کربلا، آپ نے فرمایا  
 یہ کرب اور بلا ہے۔ یہ مقام پانی سے دور تھا، دریا اور اس میں ایک پہاڑی  
 حائل تھی۔ یہ واقعہ ۲ محرم ۱۰ محرم کا ہے۔

دوسرے دن عمر بن سعد بن ابی وقاص کو فوج والوں کی  
عمر بن سعد کی آمد پیار ہزار فوج لے کر آ پہنچا۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر کو  
 زبردستی بھیجا تھا۔ عمر کی خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس استخوان سپنج نکلے اور معاملہ  
 رفع دفع ہو جاتے۔ اس نے آتے ہی حضرت حسینؑ کے پاس قلعہ بھجا اور دریافت کیا  
 کہ آپ کیوں تشریف لاتے ہیں؟ آپ نے وہی جواب دیا جو عمر بن یزید کو دے چکے تھے  
 ”میں ہمارے اس شہر کے لوگوں ہی نے مجھے بلایا تھا اب اگر وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں تو  
 میں لوٹ جانے کے لئے تیار ہوں“

عمر بن سعد کو اس جواب سے خوشی ہوئی اور امید بندھی کہ  
ابن زیاد کی سختی مصیبت مٹ جاتے گی۔ چنانچہ فوراً عبید اللہ بن زیاد کو خط  
 لکھا۔ خط پڑھ کر ابن زیاد نے کہا۔

”اب وہ ہمارے ہندے میں آچنسا ہے، چاہتا ہے، نبات پاتے، مگر اب  
 دلہنسی اور ننگ بھاگنے کا وقت نہیں۔“

پھر جواب لکھوایا: حسینؑ سے کہو۔ پہلے اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ یزید  
 بن معاویہ کی بیعت کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حسینؑ اور ان کے  
 ساتھیوں تک پانی نہ پہنچے پاتے، وہ پانی کا قطرہ بھی نہ پینے پائیں جس طرح عثمانؓ

بن عصفان پانی سے غروم رہے تھے۔

**پانی پر تصادم** | عمر بن سعد نے مجبوراً پانسو سپاہی گھات کی حفاظت کے لیے صبح اپنے بھائی عباس بن علی کو حکم دیا کہ ۲۰ سوار اور بیس پیدل لے کر جاتیں اور پانی بھر لائیں۔ یہ پہنچے تو محافظ دستے کے کماندار عمر بن الجمال نے رد کا، اہم مقابلہ ہوا، لیکن آپ بیس مشکیں پانی کی بھر لاتے۔

**عمر بن سعد سے ملاقات** | شام کو حضرت حسینؑ نے عمر بن سعد کو کہلا بھیجا۔ آج رات مجھ سے ملاقات کرو۔ چنانچہ دونوں میں میں سوارے کر نکلے اور ایک مقام پر بے خنجر میں بہت رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں راوی کہتا ہے، گفتگو بالکل خفیہ تھی، لیکن لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ حضرت امامؑ نے عمر سے کہا تھا، ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر ہیں چھوڑ کر یزید کے پاس روانہ ہو جاتیں، عمر نے کہا، اگر میں ایسا کروں گا تو میرا گھر کھدوا دالا جائیگا، آپ نے فرمایا، میں بنا دوں گا، عمر نے کہا، میری جائیداد ضبط کر لی جائیگی، آپ نے فرمایا، میں اپنی حجاز کی جائیداد سے اس کا معاوضہ دوں گا، مگر عمر نے منظور نہیں کیا۔

**تین شرطیں** | امیر کی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں آپ نے تین صدیئیں اس کے بعد بھی تین چار مرتبہ باہم ملاقاتیں ہوئیں اور جانے دو جہاں سے آیا ہوں (۱۲) مجھے خود یزید سے اپنا معاملہ طے کر لینے دو۔ (۱۳) مجھے مسلمانوں کی سرحد پر بھیج دو وہاں کے لوگوں پر جو گزرتی ہے وہی مجھ پر بھی گزرے گی۔

**عمر کا خط** | بار بار گفتگو کے بعد عمر بن سعد نے ابن زیاد کو پھر خط لکھا،

۱۰ ہمارے فتنہ ٹھنڈا کر دیا۔ پھوٹ دور کر دی۔ اتفاق پیدا کر دیا۔ امت کا معاذ درست کر دیا۔ حسینؑ مجھ سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ان یمنوں صورتوں میں سے کسی ایک کے لئے تیار ہیں۔ اس میں تمہارے لئے بھی بھلائی ہے۔“

**شمر کی مخالفت** ابن زیاد نے خط پڑھا تو متاثر ہو گیا۔ عمر بن سعد کی تعریف کی اور کہا: میں نے منظور کیا۔ مگر شمر بن ذوالجوشن نے مخالفت کی اور کہا: حسینؑ قبضہ میں آچکے ہیں۔ اگر بغیر آپ کی اطاعت کے نکل گئے تو عجب نہیں، عزت و قوت حاصل کر لیں اور آپؑ کو ضرور عاجز قرار پائیں۔ بہتر یہی ہے کہ اب انہیں قابو سے نکلنے نہ دیا جاسکے۔ جب تک وہ آپ کی اطاعت نہ کر لیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؑ اور عمرات بھر باجمہ سحرشیاں کیا کرتے ہیں۔

**ابن زیاد کا جواب** ابن زیاد نے یہ سنا تو پسند کر لی اور شمر کو خط دے کر بھیجا خط اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں تو طرہائی نہ مڑی جاتے اور انہیں صحیح سالم میرے پاس بھیج دیا جاتے لیکن اگر یہ بات منظور نہ کریں تو پھر جنگ کے سوا چارہ نہیں۔ شمر سے کہہ دیا کہ اگر عمر بن سعد نے میرے حکم پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا، جب تو تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ اسے ہٹا کر خود فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لینا اور حسینؑ کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔

ابن زیاد کو اس خط میں عمر کو سخت تہذیب دہی کی گئی تھی جس نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ حسینؑ کو بچاؤ اور میرے پاس سفارشیں بھیجو۔ دیکھو میرا صاف جواب ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو حوالہ کریں تو صحیح سالم میرے پاس بھیج دو۔

لیکن اگر انکار کریں تو پھر بے تامل حملہ کر دو۔ خون بہاؤ۔ لاش رند وادہ کیونکہ وہ  
 باغی ہیں اور جماعت سے نکل گئے ہیں۔ اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو انعام  
 و اکرام کے مستحق ہو گئے۔ نافرمانی کرنے پر معزول کئے جاؤ گے (ابن حریرہ وغیرہ)

شمر ذی الجوشن اور حضرت حسینؑ | اس کی پھوپھی ام البنین بنت خراّم

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی زوجیت میں تھیں اور ان ہی کے بطن سے ان کے چار  
 صاحبزادے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان پیدا ہوتے تھے۔ جو اس معرکہ میں امام  
 حسینؑ کے ساتھ تھے اس طرح شمر ان چاروں کا اور ان کے واسطے سے حضرت امام  
 کا پسو پھیر بھاتی تھا۔ اس نے ابن زیاد سے درخواست کی تھی کہ اس کے ان عزیزوں  
 کو امان دے دی جاتے اور اس نے منظور کر لیا تھا۔ چنانچہ میدان میں چاروں صاحبزادوں  
 کو بلا کر کہا تم میرے دادا بھائی ہو، میں نے تمہارے لئے امن و سلامتی کا سلمان کر  
 لیا ہے لیکن انہوں نے جواب دیا: افسوس! تم مجھیں تو امان دیتے ہو لیکن فرزند  
 رسول کے لئے امان نہیں ہے۔

شمر نے ابن سعد کو حاکم کوفہ کا خط پہنچا دیا اور وہ طوعاً و کرہاً بنو ف  
 عزل امدادہ تعمیل ہو گیا۔

فوج کی ابتدائی حرکت | نماز عصر کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو حرکت  
 دی۔ جب قریب پہنچا تو حضرت عباسؑ میں سوار ہو

کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عمر نے ان سے کہا۔ اب ابن زیاد کا جواب آ گیا ہے اور  
 مضمون پڑھ کر سنا دیا۔ عباس واپس لوٹے کہ حضرت حسینؑ کو اس کی

اطلاع دیں۔ اس اثنا میں فریقین کے بعض پر جوش آدمیوں میں جو رد و کد ہوئی اسے راویوں نے محفوظ رکھا ہے۔

دو دنوں فوجوں میں زبانی رد و کد | حضرت امامؑ کے طرفداروں سے حبیب بن

وہ ہیں جو اس کے حضور میں اس حالت میں پہنچیں گے کہ اس کے بنی کی اولاد اور اس شہر (کوفہ) کے تہجد گزار عابدوں کے خون سے ان کے ہاتھ رنگیں ہوں گے ابن سعد کی فوج میں سے عروہ بن فیس نے جواب دیا: شاہاش! اپنی خوب بڑائی کرو۔ پیٹ بھر کے اپنی پاکی کا اعلان کرو۔“

زبیر بن العقیس نے کہا۔ اے عروہ! خدا نے ہی ان نفوس کو پاک کر دیا ہے اور ہدایت کی راہ دکھائی ہے۔ خدا سے ڈر اور ان پاک نفوس کے قتل میں گمراہی کا مددگار نہ بن۔“

عروہ نے جواب دیا۔“ اے زبیر! تم اس خاندان کے حامی نہ تھے۔ کیا آج سے پہلے تک تم عثمانی (حضرت عثمان کے حامی) نہ تھے۔“

زبیر نے کہا: ہاں یہ سچ ہے میں نے حسینؑ کو کبھی کوئی خط نہیں لکھا۔ نہ کبھی کوئی قاصد بھیجا۔ لیکن سفر نے ہم دونوں کو یہاں مجتمع کر دیا ہے میں تمہاری نصیحتیں دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگئے۔ اور رسول اللہ سے ان کی محبت یاد آگئی۔ میں غموں کیجھا۔ یہ کہنے قری دشمن کے سامنے جا رہے ہیں۔ خدا نے میرے دل میں ان کی نسبت ڈال دی۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ میں ان کی مدد کروں گا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق کی حفاظت کروں گا جسکو

تم نے ضائع کر دیا ہے :-

امام حسینؑ کو جب اپنی زیادہ کے خط کا مضمون معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کہا اگر ممکن ہو تو آج رات انہیں ٹال دوں تاکہ آج رات کو اپنے رب کی نماز پڑھ لیں۔ اس سے دعا کریں اور مغفرت مانگیں کیونکہ وہ جانتا ہے میں اس کی عبادت کا دلاؤ اس کی کتاب پڑھنے والا۔ اس سے بہت دعا استغفار کرتے والا ہوں چنانچہ یہی جواب دیا اور فوج واپس ہو گئی (ابن جریر و بیہقی)

آپ کی حسرت اور اصحاب کی وفاداری | فوج کی واپسی کے بعد رات کئے اور خطبہ دیا :-

”خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں۔ رنج و راحت ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں۔ الہی! تیرا شکر۔ تو نے ہمارے گمراہ کو نبوت سے مشرف فرمایا۔ قرآن کا فہم عطا کیا۔ دین کی کچھ بخشی اور عین۔ کیلئے۔ سننے اور عبرت پکڑنے کی قوتوں سے سرفراز کیا۔

اما بعد لوگو! میں نہیں جانتا آج روتے زمین پر میرے ساتھیوں سے افضل اور بہتر لوگ موجود ہیں یا میرے اہل بیت سے زیادہ مجدد و غلغلا سے لوگو! تم سب کو اللہ میری طرف سے جزائے خیر دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کل میرا اور ان کا فیصلہ ہو جائے گا۔ غور و فکر کے بعد میری رائے یہ ہے کہ تم سب خاموشی کے ساتھ نکل جاؤ۔ رات کا وقت ہے۔ میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑو اور تباہی کی میں ادھر ادھر چلے جاؤ میں خوشی سے نہیں خواست کرتا ہوں۔ میری طرف سے



کوئی شکایت نہ ہوئی۔ یہ لوگ صرف مجھے چاہتے ہیں۔ میری جان پا کر تم سے غافل ہو جائیں گے؟

یہ سن کر آپ کے اہل بیت بہت رنجیدہ اور بے چینی ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:-

”یہ کیوں؟ کیا اس سے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں، خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے؟“

حضرت نے مسلم بن عقیل کے رشتہ داروں سے کہا:- اسے اولاد عقیل! مسلم کا قتل کافی ہے۔ تم چلے جاؤ، میں نے تمہیں اجازت دی۔ وہ کہنے لگے لوگ کیا کہیں گے۔ یہی کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ، سردار اور علم زادوں کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔ ہم نے ان کے ساتھ نہ کوئی تیر بھیکا نہ نیزہ چلایا نہ تلوار لگھائی۔ نہیں۔ واللہ! یہ ہرگز نہیں ہو گا۔ ہم تو آپ پر اپنی جان، مال، آل، اولاد سب کچھ قربان کریں گے۔ آپ کے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے۔“

آپ کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے، مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا:-  
”کیا ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ حلا کہ اب تک آپ کا حق ادا نہیں کر سکے  
میں واللہ! نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں اپنا نیزہ ان دشمنوں کے پیٹوں میں توڑ دوں  
گاہ جب تک قبضہ ہاتھ میں رہے گا۔ تلوار چلاتا رہوں گا۔ ہنسا موبہاؤں گا تو پتھر  
پھینکوں گا۔ یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے۔“

سعد بن عبد اللہ الحقی نے کہا۔ واللہ! ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑیں  
گے جب تک خدا جان نہ لے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق محفوظ

رکھا۔ واللہ! اگر مجھے معلوم ہو کہ میں قتل ہو جاؤں گا، آگ میں بھونا جاؤں گا پھر میری خاک سوا میں اڑا دی جائے گی۔ ایک مرتبہ بنیں شہر مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جاتے گا پھر بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ آپ کی حمایت میں فنا ہو جاؤں۔“  
 زہیر بن ارقم نے کہا: سجدہ اگر میں ایک ہزار مرتبہ بھی آدھے سے چیرا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں! خوش نصیب ہوں اگر میرے قتل سے آپ کی اور آپ کے اہل بیت کے ان قربانوں کی جانیں بچ جاتی ہیں (ابن جریر کا لفظ شریح النجی البلاغۃ وغیرہ)۔

### حضرت زینبؓ کی بے چینی اور آپ کا توصیہ صبر

حضرت زین العابدین سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح میرے والد شہید ہوئے ہیں۔ میں بیٹھا تھا اور میری پمپھی زینبؓ میری تیمارداری کر رہی تھیں اچانک میرے والد نے خیمہ میں اپنے ساتھیوں کو طلب کیا۔ اس وقت خیمہ میں ابوذر غفاری کے غلام حویٰ، تلوار صاف کر رہے تھے اور میرے والد یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

یا دھر ان لک من خلیل کمرک بالاشواق والامیل

اے زمانہ تیرا برا ہو، ترکیبا، یوں فادوست ہے۔ صبح شام تیرے ہاتھوں کتنے مائے

من صاحب او طالب قتیل والدھر لا یقع بالبدیل

جاتے ہیں۔ زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا، کسی سے عرض قبول نہیں کرتا۔ اور ساز

وانما الامر الی الجلیل دلی حی سالک السبیل

معاذ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، ہر زندہ موت کی راہ پر برابر چلا جا رہا ہے۔

تین چار مرتبہ آپ نے یہی شعر دہرائے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبائیں مگر میں نے آنسو روک لئے۔ مجھ گیا کہ مصیبت ٹلنے والی نہیں میری پمپھی نے یہ شعر سنے تو وہ بھی تباہ

ہو گئیں۔ بے اختیار دوڑتی ہوئی آئیں اور شیعوں و فریاد کرنے لگیں۔ حضرت امامؑ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا: ”اے بہن! یہ کیا حال ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس و شیطاں کی بے صبریوں ہمارے ایمان و استقامت پر غاب آجائیں۔“

انہوں نے روتے روتے کہا: ”مثبت کا ایسا ہی فیصلہ ہے“ اس پر ان کی بھاریاں اور بڑھ گئیں اور شدت غم سے بے حال ہو گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر آپؐ نے ایک طوالتی تقریر صبر و استقامت پر فرمائی۔ آپؐ نے کہا: ”بہن! خدا سے ڈر خدا کی تعریف سے تسلی ماکل کر مروت دنیا میں ہر زندگی کے لئے ہے۔ آسمان والے بھی ہمیشہ جیتے نہ رہیں گے۔ ہر چیز فنا ہو جوالی ہے پھر موت کے خیال سے اس قدر رنج و بے قراری کیوں ہو۔ دیکھ ہمارے لئے اور مسلمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے۔ یہ نمونہ ہمیں کیا سکھاتا ہے۔ یہ ہمیں ہر حال میں صبر و ثبات اور تحمل و رضا کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہیے کہ کسی سال میں اس سے منحرف نہ ہوں (ابن حیر)“

پوری رات عبادت و تلاوت میں گزاری | پوری رات آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے نماز استغفار

اور دعا میں گزاری۔ راوی کہتا ہے۔ دشمن کے سوار رات بھر ہمارے لشکر کے گرد چکر لگاتے رہے۔ حضرت حسینؑ بند آواز سے یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

الذین یخفون ۱۰ انما نملیٰ لہم	دشمن یہ خیال نہ کریں کہ ہماری دھیل
خیر لا نفسہم انما نملیٰ لہم	ان کے لئے بھلائی ہے۔ ہم صرف
بیزاد و انشاء ۱۱ لہم عذاب	اس لئے دھیل دے رہے ہیں کہ

محبین و صاکن اللہ لیدر  
 المؤمنین علی ما اتم علیہ حتی  
 بیز الخلیف من الطیب

ان کا جرم اور زیادہ ہو چلنے اور ان کے  
 لئے ذلت کا خذاب ہے غلاموں کو اسی  
 حالت میں چھوڑ رکھنے والا نہیں وہ پاک کو ناپاک

دشمن کے ایک سوار نے یہ آیت سنی تو چلا کر کہنے لگا۔ قسم ہے رب کعبہ  
 کی ہم ہی طیب ہیں اور تم سے الگ کر دیئے گئے ہیں۔

عشرہ کی صبح | جمعہ یا سنیچر کی صبح دسویں محرم کی نماز فجر کے بعد عربین سعد اپنی  
 زوجے کو نکلا۔ حضرت حسینؑ نے بھی اپنے اصحاب کی صفیں  
 قائم کیں۔ ان کے ساتھ صرف ۲۲ سوار اور ۴۰ پیادہ اہل بہتر آدمی تھے۔

میمنہ پر زہیر بن ابیہن کو مقرر کیا۔ میسرہ حبیب بن مظاہر کے سپرد  
 کیا غلم اپنے بھائی عباسؑ بن علیؑ کے ہاتھ میں دیا۔ خیموں کے پیچھے خندق  
 کھود کر اس میں بہت سا ایندھن ڈھیر کر دیا۔ اور آگ جلا دی گئی تاکہ دشمن  
 پیچھے سے حملہ آور نہ ہو۔

شمر کی یادہ گوئی | فجر سے شمر بن ذی الجوشن گھوڑا دوڑاتا نکلا۔ آپ کے  
 لشکر کے گرد پھرا اور آگ دیکھ کر چلا یا: اے حسین! قیامت

سے پہلے ہی تو نے آگ قبول کر لی۔ حضرت نے جواب دیا۔ اے چرواہے کے ڈکے  
 تو ہی آگ کا زیادہ مستحق ہے۔ مسلم بن عوسجہ نے عرض کیا۔ مجھے اجازت دیجئے  
 اے تیرا کر ہوک کر ڈالوں کیوں کہ بالکل زد پر ہے۔ حضرت نے منع  
 کیا۔ نہیں میں لڑائی میں پہل نہیں کروں گا۔

دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے | دشمن کا رسالہ آگے بڑھتے دیکھ کر آپ

نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اللہ تعالیٰ نے میرا نصیب تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے  
 بر سختی میں تو ہی میرا پشت پناہ ہے کتنی مصیبتیں پڑیں، دل کمزور ہو گیا تب میرے جواب  
 دیدیا دوست نے یہ وفائی کی۔ دشمن نے خوشیاں منائیں مگر میں نے صرف تجھی سے التجائی اور  
 تو نے ہی میری نگہبیری کی! تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے۔ تو ہی احسان والا ہے۔ آج  
 بھی تجھی سے التجائی جاتی ہے (شرح بیچ ابلاغتہ)

**دشمن کے سامنے خطبہ** | سوار ہوتے قرآن سامنے رکھا اور دشمن کی صفوں  
 میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ خطبہ دیا۔

لوگو! میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مجھے نصیحت کرینے دو۔ اپنا غدر بیان  
 کرنے دو۔ اپنی آمد کی وجہ کہنے دو۔ اگر میرا غدر معقول ہو اور تم اسے قبول کر سکو  
 اور میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لئے خوش نصیبی کا باعث ہوگا۔ اور تم  
 میری مخالفت سے باز آ جاؤ گے لیکن اگر سننے کے بعد بھی تم میرا غدر قبول نہ کرو اور  
 انصاف کرنے سے انکار کرو تو پھر مجھے کسی بات سے بھی انکار نہیں۔ تم اور تمہارے  
 سارے ساتھی ایک کرو، مجھ پر ڈٹ پڑو۔ مجھے ذرا بھی ہمت نہ دو میرا اعتماد  
 ہر حال میں صرف پروردگار عالم پر ہے اور وہ نیکوں کا حامی ہے۔

اہل بیت نے جب یہ کلام سنا تو شدت تاثر سے بے اختیار ہو گئیں اور غم سے کھود  
 ہلا کی صدائیں مچتی۔ آپ نے اپنے بھائی عباس اور اپنے فرزند علی کو بھیجا کہ انہیں خاموشی  
 کرائیں اور کہا ابھی نہیں بہت روز باقی ہے پھر بے اختیار پکار اٹھے خدا عباس کی عمر دلا کر دے یعنی  
 عبداللہ بن عباس کی۔ لاوی کہتا ہے یہ جملہ اس لئے آپ کی زبان سے نکل گیا کہ عیز بنی عبداللہ بن عباس نے

عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ مگر آپ نے اس پر توجہ نہ کی تھی۔ اب ان کا جہنم فرج دیکھا۔ تو عبداللہ بن عباس کی بات یاد آگئی۔ پھر آپ نے دوسرے نو تقریریں شروع کی۔

”گو گو میرے حسب نسب یاد کرو۔ سوچو! میں کون ہوں۔ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے منہ کا محاسبہ کرو۔ خوب غور کرو۔ کیا تمہارے تے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کا بے وقار تہ نہ رہا ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی لڑکی کا بیٹا اور اس کے عم زاد کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حمزہ میرے باپ کے چچا نہیں تھے؟ کیا ذوالجنت عین جعفر الطیار میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مشہور قول نہیں سنا کہ آپ میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرماتے ہیں:-

”سید الشباب اہل الجنت (جنت میں نوروں کے سردار) اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور مزور سچا ہے۔ کیونکہ واللہ میں نے ہر شے سننا سننے کے بعد سے لیکر آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتاؤ کیا تمہیں برہنہ تو اور اس سے میرا استقبال کرنا چاہیے۔ اگر تم میری بات کا یقین نہیں کرتے تو ہم میں ایسے تو لوگ موجود ہیں جن سے تصدیق کر سکتے ہو۔ جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھو۔ ابو سعید خدریؓ سے پوچھو۔ سہل بن سعدیؓ سے پوچھو۔ زیاد ارقم سے پوچھو۔ انس بن مالک سے پوچھو۔ وہ تمہیں بتائیں گے۔ کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا نہیں۔ کیا یہ بات بھی تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روک سکتی؟ واللہ اس وقت روتے زمین پر ہجر میرے کسی نبی کی لڑکی کا بیٹا موجود نہیں۔ میں تمہارے نبی کا بلا واسطہ نواسہ ہوں۔ مجھے کس نے ہلاک کرنا چاہتے ہو؟ کیا میں نے کسی کی جان لی ہے؟ کسی کا خون بہایا ہے؟

کسی کا مال نہیں ہے، پھر کیا بات ہے؟ آخر میرا کیا قصور ہے؟“

آپ نے بار بار پوچھا مگر کسی نے جواب نہیں دیا آخر آپ  
**کوفہ والوں کا جواب** | نے سردار کوفیوں کے نام لے لے کر پکارنا شروع کیا

اے شیعہ بن ربیع، اے حجاز بن الجہراء، اے قیس بن الاشعث، اے زید الحارث  
 کیا تم نے نہیں لکھا تھا کہ پھل پک گئے۔ زمین سرسبز ہو گئی۔ نہریں ابل پڑیں اگر  
 آپ آئیں گے تو اپنی فوج جوار کے پاس آئیں گے۔ جلد آیتے۔ اس پر ان لوگوں  
 کی زبانیں کھلیں۔ اور انہوں نے کہا: ہرگز نہیں۔ ہم نے نہیں لکھا تھا۔ آپ چلا  
 اٹھے۔ سبحان اللہ! یہ کیا جھوٹ ہے۔ واللہ! تم نے ہی لکھا تھا۔ اس کے بعد  
 آپ نے پھر پکار کر کہا۔ اے لوگو! چونکہ تم اب مجھے ناپسند کرتے ہو۔ اس لئے  
 بہتر ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں۔“

یہ سن کر قیس بن الاشعث نے کہا، کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ  
**ذلت منظور نہیں** | اپنے آپ کو اپنے علم زادوں کے حوالہ کر دیں؛ وہ وہی برباد  
 کریں گے جو آپ کو پسند ہے۔ آپ کو ان سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔“

آپ نے جواب دیا: تم سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اے شخص! تو یہ  
 چاہتا ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا ایک اور خون کا مطالبہ کریں  
 نہیں! واللہ! میں ذلت کے ساتھ اپنے آپ کو کبھی ان کے حوالے نہ کروں گا (ابن جریر)  
 یہ کہہ کر آپ نے اوثمانی بٹھا دی۔ عقبہ بن سحان کو حکم دیا کہ اس کی کونٹیں باندھ  
 دے اور دیکھا کہ دشمن کے شکر نے آپ کی طرف حرکت شروع کر دی۔

زمیر کا کوفہ والوں سے خطاب | زمیر بن یقین اپنا گھوڑا بڑھا کر لشکر کے

سامنے پہنچے اور چلاتے۔ اے کوڑواؤ! عذاب الہی سے ڈرو۔ ہر مسلمان پر اپنے بھائی کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ دیکھو اس وقت تک ہم سب بھائی بھائی ہیں۔ ایک ہی دین اور ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں جب تک تلواریں نیام سے نہیں نکلتیں تم ہماری نصیحت اور خیر خواہی کے ہر طرح حقدار ہو۔ مسکن تلوار کے درمیان لاتے ہی باہمی حرمت ٹوٹ جائے گی۔ اور ہم تم الگ الگ دو گروہ ہو جائیں گے دیکھو! خدا نے ہمارا اور تمہارا اپنے نبیؐ کی اولاد کے بارے میں امتحان لینا چاہا ہے۔ ہم تمہیں اہل بیت کی نصرت کی طرف بلاتے اور سرکش عبید اللہ بن زیاد کی مخالفت پر دعوت دیتے ہیں۔ یقین کرو ان ماکوں سے کبھی تمہیں کوئی بھائی حاصل نہیں ہوگی۔ یہ تمہاری آنکھیں پھوڑوں گے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے تمہارے چہرے بگاڑ دیں گے تمہیں درختوں کے تنوں پر پھانسی دیں گے اور ٹھیکو کاروں کو چن چن کر قتل کریں گے بلکہ وہ تو کہیں لاکر بھی چکے ہیں۔ ابھی حجر بن عدیؓ دانی بن عوذ وغیرہ کے واقعات، تشہداتے نہیں ہوئے کہ تمہیں یاد نہ رہے ہوں یا کوئیوں نے یہ تقریر سنی تو زبیر کو برا بھلا کہنے لگے اور ابن زیاد کی تعویض کرنے لگے۔ بخدا ہم اس وقت تک نہیں ملیں گے جب تک حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کریں یا انہیں امیر کے در بدر حاضر نہ کریں یہ ان کا جواب تھا۔

زبیر نے جواب دیا خیر اگر غلط نہ کیا۔ سب کے چھو کسے یعنی ابن زیاد سے کہیں زیادہ تمہاری حمایت و نصرت کا مستحق نہیں تو کم از کم اولاد رسول اللہؐ کا اتنا پاس تو کرو کہ اسے قتل نہ کرو۔ اسے اور اس کے عہم زادین زید بن معاویہ کو چھوڑو تاکہ آپس میں اپنا معاملہ طے کر لیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں



کہ یزید کو خوش کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تم حسین رضی اللہ عنہ کا خون بہاؤ۔  
(ابن جریر و شرح البلاغۃ)

**حرب بن یزید کی موافقت** | عدی بن حوطہ سے روایت ہے کہ ابن سعد نے جب فوج کو حرکت دی تو حرب بن یزید نے کہا، خدا آپ کو سنوارے، کیا آپ اس شخص سے واقعی لڑائی کریں گے۔

ابن سعد نے جواب دیا: واللہ! لڑائی جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سرکشیں گے اور ہاتھ شافوں سے اڑ جائیں گے۔ حرب نے کہا: کیا تم کو ان شرطوں میں سے کئی ایک بھی قابل قبول نہیں جو اس نے پیش کی ہیں؟ ابن سعد نے کہا: بخدا اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا۔ مگر کیا کروں تمہارا حکم منظور نہیں کرتا۔ حرب بن یزید یہ سن کر اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ اس کے قریب خود اس کے قبیلہ کا ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام قرہ بن قیس تھا۔ حرب نے اس سے کہا تم نے اپنے طور پر کو پانی پلایا، بعد میں قرہ کہا کرتا تھا۔ حر کے اس سوال سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑائی میں شریک نہیں ہونا چاہتا اور مجھے ٹاننا چاہتا ہے تاکہ اس کی شکایت حاکم سے نہ کر دوں۔ میں نے گھوڑے کو پانی نہیں پلایا، میں ابھی جاتا ہوں یہ کہہ کر میں دوسری طرف روانہ ہو گیا۔ میرے الگ ہوتے ہی حرب نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ اس قبیلے کے ایک شخص مہاجر بن ادس نے کہا: کیا تم حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟

حرفا موش ہو گیا۔ مہاجر کو شک ہوا، کہنے لگا۔

”تمہاری خاموشی مشتبہ ہے۔ میں نے کبھی کسی جنگ میں تمہاری یہ حالت نہیں

دیکھی، اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کوفہ میں سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ تو تمہارے نام کے سوا کوئی دوسرا نام میری زبان پر نہیں آسکتا، پھر تم اس وقت کیا کر رہے ہو؟  
 حرنے بخیدگی سے جواب دیا۔

”بہذا میں جنت و دوزخ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ واللہ! میں نے جنت منتخب کر لی، اگرچہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے۔“

یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑنگا کر لشکر حسین رضی اللہ عنہا میں پہنچ گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر کہا: ”ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں وہی بدرجنت ہوں جس نے آپ کو رستے سے روکا۔ رات بھر آپ کا پیچھا کیا اور اس جگہ اترنے پر مجبور کیا۔ خدا کی قسم! میرے دھم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کی شرطیں منظور نہیں کریں گے اور آپ کے معاملے میں اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ واللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسا کریں گے تو ہرگز اس حرکت کا مرتکب نہ ہوتا۔ میں اپنے قصوروں پر نادم ہو کر توبہ کرنے کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔“ میں آپ کے قدموں پر قتل ہو جانا چاہتا ہوں کیا آپ کے خیال میں یہ میری توبہ کے لئے کافی ہو گا؟“

حضرت نے شفقت سے فرمایا: ”ہاں! خدا تیری توبہ قبول کرے تجھے بخش دے۔ تیرا نام کیا ہے؟“ اس نے کہا: ”حربن یزید۔“ فرمایا (حر) یعنی آزاد ہی ہے جیسا تیری ماں نے تیرا نام رکھ دیا ہے تو دنیا اور آخرت میں انشاء اللہ تر ہے۔

کوفیوں سے حر کا خطاب | پھر حردشمن کی صفوں کے سامنے پہنچا اور

کہا۔ اے لوگو! حسین رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہوئی شرطوں میں سے کوئی شرط منظور کیوں نہیں کر لیتے تاکہ خدا تمہیں اس امتحان سے بچائے؟ لوگوں نے جواب دیا۔ ہمارے سردار عمر بن سعد موجود ہیں۔ یہ جواب دیں گے ہم عمر نے کہا۔ میری دلی خواہش تھی کہ ان کی شرطیں منظور کر سکتا؟

اس کے بعد حرنے نہایت جوش و خروش سے تقریر کی اور اہل کوفہ کو ان کی بدعہدی و غدر پر شرم و غیرت و لائق لیکن اس کے جواب میں انہوں نے تیر برسانا شروع کر دیئے۔ حرنا چار خیمہ کی طرف وٹ آیا

**جنگ کا آغاز** اس واقعہ کے بعد عمر بن سعد نے اپنی کمان اٹھائی اور لشکر حسینؑ کی طرف یہ کہہ کر تیر بھجوا دیا۔ گوہر رو۔ سب سے پہلا تیر میں نے

چلایا ہے۔ پھر تیر بازی شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد زیاد بن ابیہ اور عبید اللہ بن زیاد کے غلام سیار اور سالم میدان میں نکلے اور مبارزت حب کی قدیم جنگ میں مبارزت کا طریق یہ تھا کہ فریقین کے شکر سے ایک ایک جنگ آزمائے اور

پھر دونوں باہم برس بیکار رہتے۔ لشکر حسین رضی اللہ عنہ سے مصیب بن مظاہر اور بربہ بن حصیر نکلنے لگے مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا۔ عبداللہ بن عمیر البکلی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ مجھے اجازت دیجئے۔ یہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ حضرت کی حمایت کے لئے کوفہ سے چل کر آیا تھا۔ سیاہ رنگ، تیز منہ، کشادہ سینہ تھا۔

آپ نے اس کی صورت دیکھ کر فرمایا۔ جنگ یہ دو میدان ہے۔ اور اجازت دی۔ عبداللہ نے چند پھیروں میں دونوں حریف زیر کر کے قتل کر ڈالے، اس کی بیوی ام وہب ہاتھ میں لاشیں لئے کھڑی تھی، اور جنگ کی ترغیب دیتی جاتی

تھی اور بچہ ایک انہیں اس قدر جوش آیا کہ میدان جنگ کی طرف بڑھنے لگیں  
حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا: اہل بیت کی طرف  
سے خدا تمہیں جزائے خیر دے لیکن عورتوں کے ذمہ لڑائی نہیں ہے۔

گھٹنے ٹیک کر نیزے سیدھے کر دیتے | اس کے بعد ابن سعد پر میمنہ نے  
حملہ کیا جب بالکل قریب پہنچ  
گئے تو حضرت کے رفقاء زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے اور نیزے سیدھے  
کر دیئے۔ نیزوں کے سر پر گھوڑے بڑھ نہ سکے اور وٹنے لگے حضرت کی  
فوج نے اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا اور تیر مار کر کئی آدمی قتل اور زخمی کر ڈالے۔

اب باقاعدہ جنگ جاری ہو گئی۔ طرفین سے ایک ایک دودو جوان ہر  
عام حملہ لگتے تھے اور نگار کے جو ہر دکھاتے تھے حضرت حسین رضی  
اللہ عنہ کے طرفداروں کا ہر بھاری تھا جو سامنے آتا تھا مارا جاتا تھا۔ میمنہ  
کے سپہ سالار عمرو بن الحجاج نے یہ حالت دیکھی تو پکار اٹھا:

”یہ تو نوا پہلے جانی لو کہ کن سے لڑ رہے ہو، یہ لوگ جان پر کھیلے ہوتے  
ہیں۔ تم اسی طرح ایک ایک کر کے قتل ہوتے جاؤ گے۔ ایسا نہ کرو، یہ مٹھی بھریں  
پتھروں سے انہیں مار سکتے ہو عمر بن سعد نے یہ رائے پسند کی اور حکم دیا کہ مابذلت  
موقوف ہو اور عام حملہ شروع ہو۔ چنانچہ میمنہ آگے بڑھا اور کشت و خون شروع  
ہو گیا۔ ایک گھنٹی بعد لڑائی رکی تو نظر آیا کہ حسینی فوج کے نامور بہادر مسلم بن عوسجہ  
خاک و خون میں پڑے ہیں۔ حضرت حسینؑ دودھ کر لاش پر پیچھے۔ ابھی سانس باقی تھی  
پاس جا کر فرمایا: مسلم! تجھ پر خدا کی رحمت! منہم من قضی بحیہ ومنہم

من يتقلد ما بدوا بتديلا  
جانب سے پہلے شبید تھے۔ (ابن جریر)

گھوڑے بیکار ہو گئے | مہینے کے بعد میر نے یورش کی۔ شمر ذی البوشن اس کا سپہ سالار تھا۔ حملہ بہت ہی سخت تھا مگر

حسینی میرے نے بڑی ہی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس بازو میں صرف بتیس سوار تھے جس طرف ٹوٹ پڑتے تھے۔ صفیں الٹ جاتی تھیں آخر طاقتور دشمن

نے محسوس کر لیا کہ کامیابی ناممکن ہے، چنانچہ فوراً ملک طلب کی بہت سے سپاہی اور پانسو تیر انداز مدد کو پہنچ گئے۔ انہوں نے آتے ہی تیر بربانے شروع کر دیئے

قتوزی دیر میں حسینی فوج کے تمام گھوڑے بیکار ہو گئے اور سواروں کو پیدل جانا پڑا۔

حر کی شجاعت | ایوب خاں مشرت روایت کرتا ہے کہ حرب بن یزید کا گھوڑا خود

میں نے زخمی کیا تھا۔ میں نے اسے تیروں سے چھلنی کر ڈالا۔ حرب بن یزید زمین پر کود پڑے۔ تلوار ہاتھ میں تھنی، بالکل شیر معلوم ہوئے

تھے تلوار ہر طرف متحرک تھنی اور یہ شعر زبان پر تھا۔  
ان تقصداوی ضانا ابن الحداد  
اشجع من ذی لبدهو جبر

اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کر دیا تو کیا ہوا۔ میں شریف کا بیٹا ہوں، خوفناک

شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں۔  
خیمے جلا دیئے | لڑائی ابھی چوری ہونا کی سے جاری تھی اب دوپہر ہو گئی

مگر کوئی فوج غلبہ حاصل نہ کر سکی۔ وجہ یہ تھی کہ حسینی فوج نے تمام خیمے ایک جگہ جمع کر دیئے تھے اور دشمن صرف ایک ہی رخ سے

حمد کر سنا تھا۔ عمر بن سعد نے یہ دیکھا تو خیمے اکھاڑ ڈالنے کے لئے آدمی بھیجے  
حسینی فوج کے طرف چا۔ یا پانچ آدمی یہاں مقابلے کے لئے کافی ثابت ہوئے  
خیموں کی آڑ سے دشمن کے آدمی قتل کرنے کے لئے نکلے۔ جب یہ صورت بھی  
ناکامیاب رہی تو عمر بن سعد نے خیمے جلا ڈالنے کا حکم دیا۔

پاہی اُگے کر دوڑے۔ حسینی فوج نے یہ دیکھا تو مضطرب ہوئی  
مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کچھ پرواہ نہیں جلائے دو۔ یہ  
ہمارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے۔ اب وہ پیچھے سے حملہ نہیں  
کر سکیں گے۔ اور ہوا بھی یہی۔

**ام و ہب کا قتل** اسی اثنائیں زہیر بن الیقین نے شمر پر زبردست حملہ  
کیا اور اس کی فوج کے قدم اکھاڑ دیتے ٹکڑب تک

فدا دیر کے بعد پھر دشمن کا جرم ہو گیا۔ اب حسینی شکر کی بے بسی صاف منبر  
تھی۔ بہت سے لوگ قتل ہو چکے تھے کسی نامی سردار اسے ہانکے تھے حتیٰ کہ  
عبد العزیز عمیر ابلیسی جی جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے اس کی بہادری بونی ام و ہب  
جی شہید ہو چکی تھی۔ یہ میدان جنگ میں بیٹھی اپنے مقتول شوہر کے چہرے سے  
مٹی صاف کر رہی تھیں اور یہ کہتی جاتی تھیں۔ تجھے جنت مبارک ہو شمر نے  
اسے دیکھا اور قتل کر ڈالا

(ابن جریر شرح بیح البلاغۃ)

ابو تمامہ عمرو بن عبد اللہ صامی نے اپنی بے بس  
نماز پڑھنے نہیں دی | اسی حالت محسوس کی اور حضرت حسینؑ سے

عزیز کیا۔ دشمن اب آپ سے بالکل قریب آ گیا ہے۔ واللہ آپ اس وقت تک قتل ہونے نہیں پائیں گے جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے رب سے نماز پڑھ کر ملوں جبکہ وقت آ گیا ہے یہ سن کر حضرت نے سر اٹھایا اور فرمایا دشمنوں سے کہو ہمیں نماز کی ہمت دیں۔ مگر دشمن نے دشوارت منظور نہیں کی اور لڑائی جاری رکھا۔

یہ وقت بہت سخت تھا۔ دشمن نے پوری حبیب اور حر کی شہادت طاقات لگا دی تھی جنسب یہ ہوا کہ حسینی میرہ کے سپہ سالار حبیب بن مظاہر بھی قتل ہو گئے۔ گویا فوج کی کمر ٹوٹ گئی۔ حبیب کے بعد حر بن یزید کی باری تھی۔ وہ جوش سے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔

ابیت لا اقل حتی اقتلا      ولن اصلب الیوم الاحقبا

میں نے قسم کھائی ہے کہ قتل نہیں ہوں گا۔ جب تک قتل نہ کروں اور مروں گا تو اسی حال میں مروں گا کہ آگے بڑھا رہوں گا۔

اضربہم باسیف ضرب مقبلا      لا تاحکد عنہم ولا مہلا

انہیں تلوار کی کاری ضرب سے ماروں گا۔ بھاگوں گا نہ ڈروں گا۔

چند لمحوں کی بات تھی۔ حر زخموں سے چور ہو کر گرے۔  
زہیر کی شہادت اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ اب ظہر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ حضرت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ نماز کے بعد دشمن کا دباؤ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اس موقع پر آپ نے میمنہ کے سپہ سالار زہیر بن الیقین نے میدان اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور شعر پڑھتے

ہوتے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

انا زہیر وانا ابن الیقین      اذو حرمہ السیف من حسین  
میں زہیر ہوں، ابن الیقین ہوں۔ اپنی تلوار کی نوک سے انہیں حسین  
سے دور کروں گا۔

صغیر درہم برہم کر ڈالیں پھر لوٹے اور حضرت حسینؑ کے شانہ پر  
ہاتھ مار کر جوش سے یہ شعر پڑھے۔

اتدم ہدیت ہاینا ہمدیا      فالیوم تلتی جدک لبیا  
بڑھ خدا نے تجھے ہدایت دی۔ آج تو اپنے نانا نبیؐ سے ملاقات کریگا۔  
وحنا و امرتقنی علیا      ذوالجناحین الفتی الکملیا  
اور حسن اور علی مرتضیٰ سے، اور بہادر نوجوان جعفر طیار سے  
و اسد اللہ الشہید الحیا

اور زندہ شہید اسد اللہ حمزہ سے

پھر دشمن کی طرف لوٹے اور قتل کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

اب آپ کے ساتھیوں نے دیکھا۔ دشمن  
غفاری بھائیوں کی بہادری | اگر روکنا ناممکن ہے۔ چنانچہ انہوں نے  
ٹپکی کر آپ کے سامنے ایک ایک کر کے قتل ہو جائیں۔ چنانچہ دو غفاری  
بھائی آگے بڑھے اور لڑنے لگے۔ یہ شعر ان کی زبان پر جاری تھے۔

قد علمت حقاً جنو غفاد      رخنہ بعد نبی مناد

بنی غفار اور قبائل زار نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ ہم بے پناہ



نض بن معشر الفجار بحل غضب مارد قباد  
شمیر آبدار سے فاجروں کے ٹکڑے اڑا دیں گے۔

یا قوم ذر دوا عن فی الاحرام بالشرفی والقنا الفطار الخطار  
اے قوم! تلواروں اور نیزوں سے شریفوں کی حمایت کرو!

ان کے بعد دو جاہری لڑکے سامنے آتے۔  
**جاہری لڑکوں کی فداکاری** (دووں بھائی تھے) زار و قطار رو رہے تھے

حضرت نے انہیں دیکھا تو فرمانے لگے: اے میرے بھائی کے فرزندو! کیوں روتے ہو؟ واللہ مجھے یقین ہے ابھی چند لمحے میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ انہوں نے گریہ سے ٹوٹی ہوتی آواز میں عرض کیا: ہم اپنی جان پر نہیں روتے۔ ہم آپ پر روتے ہیں۔ دشمن نے آپ کو گیر لیا ہے اور ہم آپ کے کچھ بھی کام نہیں آ سکتے۔ پھر دونوں نے بڑی شجاعت سے لڑنا شروع کیا بار بار چلاتے تھے: السلام علیک یا ابن رسول اللہ! جواب ملتا: وعلیکم السلام رحمۃ اللہ! اور دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ آخر دونوں شہید ہو گئے۔

اس کے بعد حنظلہ ابن اسعد حضرت کے سامنے  
**حنظلہ ابن اسعد کی شہادت** (اگر کھڑے ہوتے اور آواز بلند دشمن سے

مخاطب ہوتے۔ اے قوم! میں ڈرتا ہوں۔ عاود ثمود کی طرح تمہیں بھی روزِ بد نہ دیکھنا پڑے۔ میں ڈرتا ہوں تم برباد نہ ہو جاؤ اے قوم! حسینؑ کو قتل نہ کرو۔ ایسا نہ ہو خدا تم پر عذاب نازل کر دے بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے۔

غزویکے بعد دیگرے تمام اصحاب قتل ہو گئے  
علی اکبر کی شہادت اب بنی ہاشم اور خاندان نبوت کی باری تھی سب  
 سے پہلے آپ کے صاحبزادے علی اکبر میدان میں آتے اور دشمن پر حملہ کیا۔ ان  
 کا جزیہ تھا۔

انا علی بن حسین بن علی      نحن دواب البیت اولى بالنبی  
 میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ قسم رب کعبہ کی ہم نبی کے قرب کے زیادہ  
 مقداریں۔      قالہ لا یحکم فینا ابن الداعی  
 قسم خدا کی نامعلوم باپ کے دل کے کا بیٹا ہم پر حکومت نہ کر سکے گا۔  
 بڑی شجاعت سے دے۔ آخر مرہ بن متقد العبدی کی تلوار سے شہید ہو  
 گئے۔ ایک راوی کہتا ہے، میں نے دیکھا کہ خیر سے ایک عورت تیزی سے  
 نکلی۔ اتنی حسین تھی جیسے اٹھتا ہوا سورج، وہ چلا رہی تھی کہ بھائی! آہ  
 بھتیجے! میں نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا۔ زینب بنت فاطمہ بنت  
 رسول اللہ صلعم، لیکن حضرت حسینؑ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹھکے میں پہنچا  
 آئے۔ پھر علی اکبر کی نعش اٹھائی اور خیمہ کے سامنے رکھ دی۔

ان کے بعد اہل بیت اور بنی ہاشم کے دوسرے باغی فروش  
ایک جوان رعنا قتل ہوتے رہے یہاں تک کہ میدان میں ایک جوان رعنا  
 نمودار ہوا۔ وہ کرتہ پہنے تھیں باندھے اور پاؤں میں نعل پہنے تھا بائیں نعل کی  
 دھری ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ اس قدر حسین تھا کہ اس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم  
 ہوتا تھا شیر کی طرح بھرتا آیا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا عمر بن سعد اندی نے اس کے سر پر تلوار

ماروی۔ نوجوان چلایا ہاتھ چپا اور زمین پر گر پڑا۔ آواز سنتے ہی حضرت حسینؑ  
 بھوکے باز کی طرح ٹوٹے اور غبنناک شیر کی طرح قاتل پر پلکے۔ بے پناہ تلوار  
 کا وار کیا۔ قاتل نے ہاتھ اٹھا دیے مگر ہاتھ کہنی سے کٹ کر اڑ چکا تھا زخم کھا کر  
 قاتل نے پکارا نہ روہ کیا۔ فوج اسے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مگر گھبراہٹ  
 میں بچانے کی بجائے اسے روند ڈالا۔ راوی کہتا ہے، جب عبا چھٹ گیا تو کیا حرکت  
 ہے حضرت حسینؑ ٹوٹے کے سرانے کھڑے ہیں۔ وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اور  
 آپ فرما رہے ہیں۔ ان کے لئے بلاکت جنہوں نے تجھے قتل کیا ہے۔ قیامت کے  
 دن تیرے نانا کو کیا جواب دیں گے؟ ہند تیرے چچا کے لئے یہ سنت مسرت  
 کا مقام ہے کہ تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے دے یا جواب دے مگر تجھے  
 اس کی آواز نفع نہ پہنچا سکے۔ امنوس! تیرے چچا کے دشمن بہت سوئے اور  
 دوست باقی نہ رہے۔ پھر لاش اپنی گود میں اٹھائی۔ لڑکے + سینہ آپ کے  
 سینہ سے ملا ہوا تھا۔ اور پاؤں زمین پر رگڑتے جا رہے تھے۔ اس حال سے آپ  
 اسے دتے اور علی اکبر کی لاش کے پہلو میں لٹا دیا۔ راوی کہتا ہے میں نے لوگوں سے  
 پوچھا یہ کون ہے جواب ملا قاسم بن علی بن ابی طالب۔

حضرت حسینؑ پھر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ عیسیٰ  
 مولود تازہ کی شہادت | اس وقت آپ کے یہاں مڑکا پیدا ہوا۔ وہ آپ کے

پاس لایا گیا آپ نے اسے گود میں رکھا اور اس کے کون میں اذان دینے لگے  
 اچانک تیر آیا اور بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ بچہ کی روح اسی وقت  
 پرواز کر گئی۔ آپ نے تیراں سے منہ لے لیا۔ کبھی کبھی لاشوں سے چٹو بھرا اور

اس کے جسم پر مل کر فرمانے لگے: واللہ تو خدا کی نظر میں حضرت صالح کی اونٹنی سے زیادہ عزیز ہے اور محمد خدا کی نظر میں حضرت صالح سے زیادہ افضل ہیں الہی! اگر تو نے ہم سے اپنی نصرت روک لی ہے تو وہی کرجس میں بہتری ہے۔

(یعقوبی وابن جریر وغیرہ ہما)

**بنی ہاشم کے مقتول** | اسی طرح ایک ایک کر کے اکثر بنی ہاشم اور اہل بیت شہید ہو گئے۔ ان میں ذیل کے نام مہم جنہوں نے محفوظ رکھے ہیں:-

۱۱) محمد بن ابی سعید بن عقیل ۱۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیل ۱۳) عبداللہ بن عقیل -  
 ۱۴) عبدالمحسن بن عقیل ۱۵) جعفر بن عقیل ۱۶) محمد عبداللہ بن جعفر (۱۷) عون بن عبداللہ بن جعفر ۱۸) عباس بن علی ۱۹) عبداللہ بن علی ۲۰) عثمان بن علی ۲۱) محمد بن علی ۲۲) ابو بکر بن علی ۲۳) ابو بکر بن الحسن ۲۴) عبداللہ بن الحسن ۲۵) قاسم بن الحسن ۲۶) علی بن حسین ۲۷) عبداللہ بن حسین۔

ان سب کے بعد آپ کی باری تھی۔ آپ میدان ایک بچے کی شجاعت | میں تنہا کھڑے تھے۔ دشمن یغمار کے آتے تھے مگر

کسی کو وار کرنے کی بہت نہ پڑتی تھی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس قاتل کا گناہ دوسرے کے سر پر ڈالے لیکن شمر بن ذی الجوشن نے لوگوں کو براہِ گنہگار کرنا شروع کیا۔ ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا گیا۔ اہل بیت کے خیمہ میں عورتیں اور چند کم عمر لڑکے رہ گئے تھے۔ اندر سے ایک لڑکے نے آپ کو اس طرح گھرا دیکھا۔ تو جوش سے بے خود ہو گیا اور خیمہ کی لکڑی لے کر دوڑ پڑا۔ راوی کہتا ہے اس کے کانوں میں دُور پڑے بل رے جے تھے۔ یہ گھبراہٹ وادیں باتیں دیکھتا ہوا

پہلا حضرت زینبؓ کی نظر پڑ گئی دودھ کر پکڑ لیا۔ حضرت حسینؓ نے بھی دیکھ لیا اور بہن سے کہا۔ مذکے رہو گئے نہ پاتے مگر لڑکے نے زور کر کے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور حضرت کے پہلو میں پہنچ گیا۔ عین اس وقت بھری بن کعب نے تلوار اٹھائی۔ لڑکے نے فوراً ڈانٹ بتائی۔ ادھیٹ! میرے چچا کو قتل کرے گا یا سنگ دل حملہ آور نے تلوار لڑکے پر چھوڑ دی۔ اس نے ہاتھ پر روکی ہاتھ کٹ گیا۔ ذرا سی کھال لگی رہ گئی۔ بچہ تکلیف سے چلایا۔ حضرت نے اسے سینے سے چٹایا اور فرمایا: صبر کر۔ اسے ثوابِ خداوندی کا فریم بنا۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی تیرے صالح بزرگوں تک پہنچا دے گا۔ رسول اللہ صلعم علیٰ ابن ابی طالب، حمزہؓ، جعفرؓ اور حسنؓ بن علیؓ تک۔

**حضرت حسینؓ کی شجاعت** اب آپؓ پر ہر طرف سے زور شروع ہوا آپؓ نے بھی تلوار چلانا شروع کی۔ پیدل فوج پر ٹوٹ پڑے اور تنہا اس کے قدم لکھاڑ دیتے۔ عبداللہ بن عمار جو خود اس جنگ میں شریک تھا۔ روایت کرتا ہے کہ میں نے نیزے سے حضرت حسینؓ پر حملہ کیا اور اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا مگر میں چاہتا تو قتل کر سکتا تھا مگر یہ خیال کر کے ہٹ گیا کہ یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ میں نے دیکھا کہ دائیں بائیں ہر طرف سے ان پر حملے ہر دے تھے لیکن وہ جس طرف مڑتے تھے دشمن کو بھگا دیتے تھے۔ وہ اس وقت کرتے پہننے اور عمار باندھے تھے۔ واللہ! میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا گھرانہ خود اس کی آنکھوں کے سامنے قتل ہو گیا ہو۔ ایسا شجاع، ثابت قدم، مطمئن اور جبری نہیں دیکھا، حالت یہ تھی کہ

دائیں بائیں سے دشمنی اس طرف سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ جس طرف شیر کو دیکھ کر کہاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اس اثنا میں آپ کی بہن زینب بنت خاتمہ (علیہا السلام) خیمہ سے باہر نکلیں۔ ان کے کانوں میں بالیاں پڑی تھیں، وہ چلاتی تھیں۔ کاش! آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے یہ وہ موقع تھا جبکہ عمر بن سعد حضرت حسینؑ کے بالکل قریب ہو گیا تھا۔ زینب نے پکار کر کہا: اے عمر بن سعد! کیا ابو عبد اللہ تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل ہو جائیں گے؟ عمر نے منہ پھیر لیا مگر اس کے رخسار اور ڈاڑھی پر آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

طافی کے دوران میں آپ کو سخت  
آپ کے حلق میں تیر پھیرا ہو گیا | پیاس لگی۔ آپ پانی پینے فرات کی طرف چلے مگر دشمن کب جانے دیتا تھا۔ اپنا ہیک ایک تیر آیا اور آپ کے حلق میں پیرا ہو گیا۔ آپ نے تیر کھینچ لیا۔ پھر اپنے ہاتھ منہ کی طرف اٹھاتے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپ نے خون آسمان کی طرف اٹھالا اور خدا شکر ادا کیا۔ اللہ! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھتے رہے رسول کے نواسے سے کیا برتاؤ ہو رہا ہے؟

تو نیز بر سر بام آچہ خوش تماشا نیست

پھر آپ اپنے خیمے کی طرف وٹنے لگے تو شمر اور اس کے  
شمر کو سرزنش | ساتھیوں نے یہاں بھی تعزین کیا۔ حضرت نے عسوس کیا کہ ان کی نیست خراب ہے۔ خیر و ثنا چاہتے ہیں۔ فرمایا: اگر تم میں دین نہیں اور تم

روزِ آخرت سے ڈرتے نہیں تو کم سے کم دنیاوی شرافت پر تو قائم رہو۔ میرے خیمہ کو اپنے باطن اور ادبашوں سے محفوظ رکھو۔ شمر نے جواب دیا: ”اچھا ایسا ہی کیا جاتے گا اور آپ کا خیمہ محفوظ رہے گا۔“

اب دیر ہو چکی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ دشمن اگر چاہتا تو آپ کو آخری تنبیہ بہت پہلے قتل کر دیتا مگر یہ گناہ کوئی بھی اپنے سر نہ نہیں چاہتا تھا۔ آخر شمر فوی الجوشن نے کہا: ”تمہارا بڑا ہو، کیا انتظار کر رہے ہو؟ کام نہیں کرتے۔“ اب ہر طرف سے زخم ہوا۔ آپ نے پکار کر کہا: ”کیا میرے قتل پر ایک دوسرے کو ابھارتے ہو؟“ واللہ میرے بعد کسی ہندے کے قتل پر بھی خدا اتنا ناخوش نہیں ہوگا جتنا میرے قتل پر ناخوش ہو گا۔“

مگر اب وقت آپکا تھا۔ زرعہ بن شریک تمبی نے آپ کے ہاتھ کو شہادتِ ازمنی کیا۔ پھر شانے پر نوار ماری، آپ کمزوری سے لڑکھڑاتے وگ ہیبت سے پیچھے ہٹے۔ مگر شان بن انس نخعی نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اس نے ایک شخص سے کہا: ”سر کاٹ لے۔ وہ سر کاٹنے کے لئے پکا مگر جرات نہ ہوتی۔ شان بن انس نے دانت پیس کر کہا: ”خدا تیرے ہاتھ شل کر ڈالے۔“ پھر جوش سے اتر آپ کو ذبح کیا اور سترق سے جدا کر لیا۔

جعفر بن علی بن محمد سے مروی ہے کہ قتل کے بعد دیکھا گیا کہ آپ کے جسم پر نیزے کے ۳۳ زخم اور تلوار کے ۳۴ گھاؤ تھے۔

شان بن انس قاتل کے دماغ میں کس قدر فتور تھا، قتل کے وقت اس کی قاتل عجیب حالت تھی۔ جو شخص بھی حضرت کی نعش کے قریب آتا وہ اس پر حملہ آور

ہوتا۔ وہ دُعا تھا کہ کوئی دوسرا ان کا سر کاٹ نہ لے جاتے۔ قاتل نے سر کاٹ کر خلی بن یزید ابھی کے حوالے کیا اور خود عمر بن سعد کے پاس دوڑا گیا۔ خیمہ کے یہاں کھڑا ہو کر چلایا۔

اد قود رطانی نضۃ د زھبا      انا قتلت ابلاک لمحبا

مجھے چاندی سونے سے لاد دو      میں نے بڑا بادشاہ مارا ہے

قتلت خیر الناس اعدا دبا      وغیرہم ذینسبوا لیا

میں نے اسے قتل کیا ہے جس کے ماں باپ سب سے افضل اور اپنے

نسب میں سب سے اچھا ہے۔

عمر بن سعد نے اسے اندھا بنا دیا۔ بہت خفا ہوا۔ واللہ مجنوں ہے پھر اپنی کڑی سے مار کر کہا: ”پاگل ایسی بات کہتا ہے۔ بخدا اگر عبید اللہ بن زیاد سنتا تو تجھے بھی مروا ڈالتا“ (ابن جریر)

**لوٹ کھسوٹ** قتل کے بعد کوفیوں نے آپ کے بدن کے کپڑے تک اتار لئے پھر آپ کے خیمے کی طرف بڑھے۔ زمین العابدین

بستر پر بیمار پڑے تھے۔ شمر اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پہنچا اور کہنے لگا اسے بھی قتل کیوں نہ کر ڈالیں۔ لیکن اس کے بعض ساتھیوں نے مخالفت کی اور کہا۔ کیا قتل کر ڈالو گے؟ اس اثنا میں عمر بن سعد بھی آگیا اور کہا۔

”کوئی عورتوں کے خیمے میں نہ گئے انہیں کوئی نہ پھیرے جس کسی نے خیمہ کا کوئی اسباب ٹوٹا جو واپس کر دے۔

زمین العابدین نے یہ سن کر اپنی بیمار آواز سے کہا: ”عمر بن سعد خدا تجھے



جراتے خیر دے۔ تیری زبان نے ہمیں بچا لیا۔

عمر بن سعد کو حکم تھا کہ حسینؑ کی نعش گھوڑوں کے ٹاپوں  
نعش روند ڈالی سے روند ڈالے۔ اب اس کا وقت آیا اس نے پکار  
 کر کہا: اس کام کے لئے کون تیار ہے؟ وہی آدمی تیار ہو گئے اور گھوڑے  
 دوڑا کر جسم مبارک روند ڈالا۔

چوں گزند رو نظیری خنیں کفن بر حشر  
 ضلعت فغاں کنند کہ این داوخواہ کیست

اس جنگ میں حضرت حسینؑ کے بہتر آدمی مارے گئے اور کوئی فوج  
 کے اٹھاسی قتل ہوئے۔ (ابن جریر کامل یعقوبی)

دوسرے دن عمر بن سعد نے  
 حضرت زینبؑ نے پامال لاش دیکھی | میدان جنگ سے کوچ کیا۔  
 اہل بیت کی خاتونوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوثر روانہ ہو گیا قرہ بن  
 قیس (جو شاہد معنی ہے) روایت کرتا ہے۔ کہ ان عورتوں نے جب حضرت  
 حسینؑ اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں کی پامال لاشیں دیکھیں مضطرب نہ کر  
 سکیں اور آہ و فریاد کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ میں گھوڑا دوڑا کر ان کے قریب  
 پہنچا۔ میں نے کبھی اتنی حسین عورتیں نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے زینب بن فاطمہ علیہا  
 السلام کا یہ بین کسی طرح نہیں بھولا۔

”اے محمد! تجھ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! یہ دیکھ حسینؑ کی گتلی  
 میں پڑا ہے۔ خاک دخن سے آلودہ ہے۔ تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے۔

تیری بیٹیاں قید ہیں۔ تیری اولاد مقتول ہے؛ جو ان پر خاک ڈال دی ہے۔  
 راوی کہتا ہے۔ دوست دشمن کئی نہ تھا۔ جو ان کے بین سے رونے  
 نہ لگا ہو۔ (ابن جریر)

پھر تمام مقتولوں کے سر کاٹے گئے۔ کل بہتر (۱۲) سر تھے۔ شمر  
 بہتر سر | ذی الجوشن، ابن الاشعث، عمرو بن الحجاج، عمرہ بن قیس یہ  
 تمام سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس سے گئے۔

حضرت کا سر ابن زیاد کے سامنے | ساتھ حضرت حسینؑ کا سر کوفہ میں  
 لایا تھا، روایت کرتا ہے کہ حسینؑ کا سر ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا۔  
 مجلس حاضرین سے مہر زنی تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی  
 آپ کے ہوں پر مارنے لگا۔ جب اس نے بار بار حرکت کی تو زمین اقم  
 چلا اٹھے۔ ان ہوں سے چھڑی ہٹاے۔ قسم خدا کی؛ میری ان دونوں  
 آنکھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ اپنے ہونٹ ان ہونٹوں پر رکھتے  
 تھے اور ان کا بوسہ لینے تھے۔ یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد  
 خفا ہو گیا۔ خدا تیری آنکھوں کو رلاتے۔ واللہ اگر تو بڑھا ہو کہ سٹھیا نہ  
 گیا ہوتا تو ابھی تیری گردن مارتا۔ زید بن ارقمؓ یہ کہتے ہوئے مجلس سے  
 چلے گئے۔ ارے عرب؛ آج کے بعد تم غلام ہو۔ تم نے ابن فاطمہ کو قتل کیا  
 ابن مرجانہ (یعنی عبید اللہ) کو حاکم بنایا۔ وہ تمہارے نیک  
 نے بعض روایتوں میں کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے یہ کہا تھا (منہاج السنہ)

انسان قتل کرتا ہے اور تمہارے شیروں کو غلام بناتا ہے۔ تم نے ذلت پسند کر لی۔ خدا انہیں مارے جو ذلت کرتے ہیں۔ بعض روایات میں یہ واقعہ خود یزید کی طرف منسوب ہے مگر صحیح یہی ہے کہ ابن زیاد نے پھڑی ماری تھی۔

ابن زیاد اور حضرت زینبؓ | راوی کہتا ہے جب اہل بیت کی خواتین اور بچے عبداللہ کے سامنے پہنچے تو حضرت

زینبؓ نے نہایت ہی حقیر لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ پہچانی نہیں باقی تھیں۔ ان کی کینزیں انہیں اپنے پیچ میں مٹے تھیں۔ عبداللہ نے پوچھا: یہ کون بیٹھی ہے؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر وہ خاموش رہیں۔ آخر ان کی کینز نے کہا: یہ زینب بنت فاطمہؓ ہے۔ عبداللہ شہادت کی راہ سے چلایا: اس خدا کی ستائش جس نے تم لوگوں کو رسوا اور ہلاک کیا اور تمہارے نام کو بڑھ لگایا: اس پر حضرت زینبؓ نے جواب دیا: ہزار ستائش اس خدا کے لئے جس نے ہمیں محمدؐ صلعم سے عزت بخشی اور ہمیں پاک کیا نہ کہ جیسا تو کہتا ہے، فاسق رسوا ہوتے ہیں۔ فاجروں کے نام کو بڑھ لگتا ہے؟ ابن زیاد نے کہا: تو نے دیکھا خدا نے تیرے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ حضرت زینبؓ بولیں: ان کی قسمت میں قتل کی موت کھٹی تھی اس لئے وہ متقل میں پہنچ گئے۔ عنقریب خدا تجھے اور انہیں ایک جگہ جمع کر دے گا اور تم باہم اس کے حضور سوال و جواب کرو گے؟ ابن زیاد غضبناک ہوا اس کا عفتہ دیکھ کر عمر بن حبیب نے کہا: خدا میر کو سنوارے۔ یہ تو ایک عورت ہے۔ عورتوں کی بات کا خیال نہ کرنا چاہیے۔

پھر کچھ دیر کے بعد ابن زیاد نے کہا: خدا نے تیرے سرکش سردار اور تیرے اہل بیت کے نافرمان باغیوں کی طرف سے میرا دل ٹھنڈا کر دیا۔ اس پر حضرت زینبؓ اپنے تئیں سنبھال نہ سکیں اور بے اختیار رو پڑیں۔ انہوں نے کہا: **عَلَّاهُ**! تو نے میرے سردار کو قتل کر ڈالا! میرا خاندان مٹا ڈالا۔ میری شاخیں **مُحَمَّدِیْنَ** میری جڑ اکھاڑ دی۔ اگر اس سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا ہے تو **عَلَّاهُ**! جو جاتے۔ ابن زیاد نے مسکرا کر کہا: یہ شجاعت ہے۔ تیرا باپ بھی شاعر اور شجاع تھا! زینبؓ نے کہا: عورت کو شجاعت سے کیا سردکار؟ میری مصیبت نے مجھے شجاعت سے غافل کر دیا ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں یہ تو دل کی آگ ہے۔

اس گفتگو سے فارغ ہو کر ابن زیاد کی ابن زیاد اور امام زین العابدینؓ | انظر زین العابدینؓ بن حسینؓ بن علیؓ پر

پڑی۔ یہ بیمار تھے۔ ابن زیاد نے ان سے ان کا نام پوچھا۔ انہوں نے کہا: "علی بن حسینؓ"۔ ابن زیاد نے تعجب سے کہا: کیا اللہ نے علی بن حسینؓ کو قتل نہیں کر ڈالا؟ زین العابدینؓ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے کہا: "بوت کیوں نہیں؟" انہوں نے جواب دیا: میرے ایک اور بھائی کا نام بھی علی تھا۔ لوگوں نے اسے مار ڈالا۔" ابن زیاد نے کہا: لوگوں نے نہیں خدا نے ملا ہے۔ اس پر زین العابدینؓ نے یہ آیت پڑھی: **اللَّهُ يَتَوَفَّى الْإِنْسَانَ حِينَ مَوْتِهِ** **وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ**۔ خدا ہی موت کے وقت جان لیتا ہے۔ نہ جی بغیر اس کے اور نہ کے مر نہیں سکتا۔

اس پر ابن زیاد چلایا: خدا تجھے مارے، تو بھی ان میں سے ہے۔ پھر اس کے بعد ابن زیاد نے چاہا۔ انہیں قتل کر ڈالے لیکن زینبؓ بے قرار ہو کر چیخ اٹھیں: میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مومن ہے اور لڑکے کو ضرور قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے اس کے ساتھ مار ڈال: امام زین العابدینؑ نے بلند آواز سے کہا: اے ابن زیاد! اگر تو ان عورتوں سے ذرا بھی رشتہ سمجھتا ہے تو میرے بعد ان کے ساتھ کسی متقی آدمی کو بھیجا جو اسلامی معاشرت کے اصول پر ان سے برتاؤ کرے: ابن زیاد ویرنک زینبؓ کو دیکھتا رہا، پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: رشتہ بھی کیسی عجیب چیز ہے، واللہ! مجھے یقین ہے کہ یہ بچے دل سے لڑکے کے ساتھ قتل ہونا چاہتی ہے، اچھا لڑکے کو چھوڑ دو، یہ بھی اپنے خاندان کی عورتوں کے ساتھ جاتے۔ (ابن جریر وغیرہ)

اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے جامع مسجد میں شہر والوں کو جمع کیا اور خطبہ دیتے ہوئے اس خدا کی تعریف کی

### ابن عقیف کا قتل

جس نے حق ظاہر کیا، حق والوں کو فتیاب کیا: امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کی جماعت غالب ہوئی اور کذاب ابن کذاب حسینؑ بن علیؑ اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا: یہ سن کر عبداللہ بن عقیف ازدی (جو حضرت علیؑ کے مشہور صحابی ہیں اور جنگ جمل وصفین میں زخمی ہو کر اپنی دونوں آنکھیں کھوپکے تھے، کھڑے ہو گئے اور چلائے: خدا کی قسم! ابن مرجانہ! کذاب! ابن کذاب تو تو ہے نہ کہ حسین بن علیؑ۔ ابن زیاد نے یہ سن کر ان کو قتل کر ڈالا۔

یزید کے سامنے اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت حسینؑ کا سر بانس پر

نصب کر کے زحر بن قیس کے ہاتھ پر کے پاس بھیج دیا۔ عازبن ربیعہ کہتا ہے جس وقت زحر بن قیس پہنچا میں یزید کے پاس میٹھا تھا۔ یزید نے اس سے سوال کیا کیا خبر ہے؟ تو قاصد نے جواب دیا: فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں۔ حسینؑ ابن علیؑ اپنے اہل بیت اور جماعتوں کے ساتھ ہم تک پہنچے۔ ہم نے انہیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیں ورنہ لڑائی لڑیں انہوں نے اطاعت پر لڑائی کو ترجیح دی۔ چنانچہ ہم نے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان پر ہل بول دیا۔ جب تلواریں ان کے سروں پر پڑنے لگیں تو اس طرح ہلوف بھاگنے اور بھاڑیوں میں اور گڑھوں میں چھپنے لگے جس طرح کبوتر باز سے بھاگتے اور چھپتے ہیں۔ پھر ہم نے ان سب کا قلع قمع کر دیا۔ اس وقت ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ ان کے کپڑے خون میں تر ہوئے ہیں۔ ان کے دھار غبار سے میلے ہو رہے ہیں۔ ان کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں۔ گدوں کی خوراک بن رہے ہیں۔

یزید رونے لگا گئیں۔ کہنے لگا: بغیر قتل حسینؑ کے بھی میں تمہاری اطاعت سے خوش ہو سکتا تھا۔ ابن سمیہ (ابن زیاد) پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؑ سے ضرور درگزر کرتا۔ خدا حسینؑ کو اپنے جواب رحمت میں جگہ دے گا قاصد کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا۔ (ابن جریر کامل، تاریخ کبیر ذہبی)

یزید کا تاثر | یزید کے غلام قاسم بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ جب حضرت حسینؑ اور ان کے اہل بیت کے سر یزید کے سامنے رکھے گئے تو

اس نے یہ شعر پڑھا۔

يُفْلِقُنْ هَامَا مِنْ دَجَالِ اعْتَرَا  
عَلَيْنَا وَهَمٌ كَاذِبٌ اَعْتَقَ وَاظْمَا

تکواں ایسوں کے سر پہاڑی ہیں جو ہمیں عزیز ہیں۔ حالانکہ دراصل وہی  
حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

پھر کہا: واللہ! اسے حسینؑ! اگر میں وہاں جاتا تو تجھے سرگزشت نہ کرتا۔

حضرت حسینؑ کے سر کے بعد اہل بیت کو  
اہل بیت دمشق میں | بھی دمشق روانہ کر دیا شہر بن ذی الجوشن اور محضر بن  
ثعلبہ اس قافلہ کے سردار تھے۔ امام زین العابدینؑ راستہ بھر خاموش رہے۔ کسی نے  
ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یزید کے دروازے پر پہنچ کر محضر بن ثعلبہ چلایا: ”میں امیر المومنین  
کے پاس فاجر، کینوں کو لپٹاؤں۔“ یزید یہ سن کر خفا ہوا کہنے لگا: ”محضر کی ماں  
سے زیادہ کینہ اور شریر بچہ کسی عورت نے نہیں جنایا۔“

پھر یزید نے شام کے سرداروں کو اپنی مجلس میں  
یزید اور امام زین العابدینؑ | بلایا۔ اہل بیت کو بھی بلایا اور امام زین العابدینؑ  
سے مطالبہ ہوا: ”اے علی! تمہارے ہی باپ نے میرا شہہ کاٹا۔“ میرا حق بدلوا میری  
حکومت چھیننا چاہی۔ اس پر خدا نے اس کے ساتھ وہ کیا جو تم دیکھ چکے  
جو! امام زین العابدینؑ نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِی الْاَرْضِ  
وَلَا فِی الْفُلِ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ  
اَنْ نُّبْرِحَہَا اِنَّ ذَالِكَ عَلٰی  
تَبَارٰی كُوْنِیْ مُصِیْبَتٌ مِّنْ شَیْءٍ جَوِیْسٍ  
لَّكُنِّیْ نَبُوْیْہِیْ خَدَاكُمُ سَیِّئًا لِّكُلِّ اَسَاسٍ  
ہے۔ یہ اس لئے کہ نقصان پر تم افسوس نہ





انہوں نے پکار کر کہا: "تو کیسے ہے۔ نہ تجھے اس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید کو) اس کا حق ہے!" اس جرات پر یزید کو غصہ آگیا۔ کہنے لگا: "تو جھوٹ کہتی ہے واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے، اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں۔" زینبؓ نے کہا: "برگز نہیں۔ خدا نے تمہیں برگز یہ حق نہیں دیا۔ یہ بات دوسری ہے۔ کہ تم ہماری امت سے نکل جاؤ۔ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لو۔" یزید اور بھی خفا ہو کر کہنے لگا: "دین سے تیرا باپ اور تیرا بھائی نکل چکا ہے۔" زینبؓ نے بلا تامل جواب دیا: "اللہ کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے، میرے نانا کے دین سے، تو نے تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی۔" یزید چلا آیا۔ "اے دشمن خدا تو جھوٹی ہے۔" زینبؓ بولیں: "تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے ظلم سے گامیاں دیتا ہے۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دہاتا ہے؟"

حضرت فاطمہ بنت علیؓ کہتی ہیں۔ یہ گفتگو سن کر شاید یزید شرمندہ ہو گیا کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ مگر وہ شامی پھر کھڑا ہوا اور وہی بات کہی۔ اس پر یزید نے غصہ ناک ہو کر اسے ڈانٹ بتائی: "دور ہو کم سخت! خدا تجھے موت کا تحفہ بخشنے:"

دیر تک خاموشی رہی، پھر یزید شامی رڑھا اور امراء یزید کا مشورہ کرنا | کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: "ان لوگوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" بعضوں نے سخت کلامی کے ساتھ یہ سلوکی کا مشورہ دیا۔ مگر نعمان بن بشیرؓ نے کہا: "ان کے ساتھ وہی کیجئے جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس حال میں دیکھ کر کہتے : ”

حضرت فاطمہ بنت حسینؑ نے یہ سن کر کہا : اے یزید ! یہ رسول اللہ کی لڑکیاں ہیں ؟ ” اس نسبت کے ذکر سے یزید کی طبیعت بھی متاثر ہو گئی وہ اور درباری اپنے آنسو نہ روک سکے ۔ بالآخر یزید نے حکم دیا کہ ان کے قیام کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کر دیا جاتے : ”

یہی اٹھائیسویں سال میں اس واقعہ کی خبر یزید کے گھر میں عورتوں یزید کی بیوی کا غم | کر بھی معلوم ہو گئی ۔ منہ بنت عبد اللہ یزید کی بیوی نے منہ پر نقاب ڈالا اور باہر اگر یزید سے کہا : امیر المومنین ! کیا حسینؑ ابن فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلعم کا سر آیا ہے ؟ یزید نے کہا : ہاں تم خوب رنؤ، بین کرو۔ رسول اللہ صلعم کے نواسے اور قریش کے اہل پر اتم کرو۔ ابن زیاد نے بہت جلدی کی۔ قتل کر ڈالا۔ خدا سے بھی قتل کرے : ”

اس کے بعد یزید نے حاضرین مجلس سے کہا : تم حسینؑ کی اجتہادی غلطی | جانتے ہو یہ سب کس بات کا نتیجہ ہے ؟

یہ حسینؑ کی اجتہادی غلطی کا نتیجہ ہے ۔ انہوں نے سوچا میرے باپ یزید کے باپ سے افضل ہیں ۔ میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہیں ۔ میرا نانا یزید کے نانا سے افضل ہیں اور میں خود بھی یزید سے افضل ہوں ۔ اس لئے حکومت کا بھی یزید سے زیادہ مستحق ہوں ۔ حالانکہ ان کا یہ سمجھنا کہ ان کے والد میرے والد سے افضل تھے ، صحیح نہیں ۔ علیؑ اور عباسؑ

نے باہم جھگڑا کیا اور دینا نے دیکھ لیا کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوا؟  
 رہا ! ان کا یہ کہنا کہ ان کی ماں، میری ماں سے افضل تھیں تو  
 بلاشبہ یہ ٹھیک ہے۔ فاطمہ بنت رسول اللہ، میری ماں سے کہیں افضل  
 میں، اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ ان کے نانا میرے نانا سے افضل  
 تھے تو قسم خدا کی کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان  
 رکھنے والا، رسول اللہ سے افضل بلکہ رسول اللہ کے برابر بھی  
 کسی انسان کو نہیں سمجھ سکتا۔ حسینؑ کے اجتہاد نے غلطی کی۔ وہ  
 یہ آیت بالکل بھول گئے: **اللّٰهُمَّ مَا لَكَ الْمَلِكُ قُوَّتِي الْمَلِكُ**  
**مِنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكُ مِنْ تَشَاءُ وَتَعَزُّ مِنْ تَشَاءُ وَتَنْزِلُ**  
**مِنْ تَشَاءُ بِسَيِّدِكَ الْغَيْبِ اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**  
 پھر اہل بیت کی خواہشیں یزید کے محل میں پہنچاتی گئیں۔ خاندان معاویہ کی  
 عورتوں نے انہیں اس حال میں دیکھا تو بے اختیار رونے پڑنے لگیں۔

یزید کی سعی تلافی | اے یزید! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 لڑکیاں کینز بنیں ہو گئیں؟ یزید نے جواب دیا: اے میرے بھائی کی بیٹی! ایسا  
 کیوں ہونے لگا؟ فاطمہ نے کہا: بخدا ہمارے کان میں ایک بالی بھی  
 نہیں چھوڑی گئی۔ یزید نے کہا: تم لوگوں کا جتنا گیا ہے اس سے کہیں  
 زیادہ تمہیں دوں گا، چنانچہ جس نے اپنا جتنا نقصان بتایا، اس سے  
 دگن ٹکنا دے دیا گیا۔

یزید کا دستور تھا۔ روز صبح دشام کھانے میں علی بن حسینؑ کو اپنے ساتھ شریک کیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت حسنؑ کے کم سن بچے عمرو کو بھی بلایا اور مہنی سے کہنے لگا تو اس سے لڑے گا، اور اپنے لڑکے خالد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حسنؑ نے اپنے بچپن کے بھولے پن سے جواب دیا۔ یوں نہیں، تو ایک چھری مجھے دو اور ایک چھری اسے دو پھر ہماری لڑائی دیکھو۔ یزید کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اور عمرو بن حسنؑ کو گود میں اٹھا کر سینے سے چٹایا اور کہا۔

”سانپ کا بچہ۔ سانپ ہی ہوتا ہے۔“

یزید کی زود پشیمانی | یزید نے اہل بیت کو کچھ دن اپنا مہمان رکھا۔ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر کرتا اور بار بار کہتا: کیا حرج ہوتا اگر میں خود تھوڑی تکلیف گوارا کر لیتا۔ حسینؑ کو اپنے گھر میں اپنے پاس رکھتا ان کے مطالبہ پر غور کرتا۔ اگرچہ اس کی وجہ سے میری قوت میں کچھ کمی ہی کیوں نہ پڑ جاتی لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقدار اور رشتہ داری کی تحفظات ہوتی۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد) پر جس نے حسینؑ کو لڑائی پر مجبور کیا۔ حسینؑ نے کہا تھا۔ میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے۔ یا مسلمانوں کی سرحدوں پر جا کر جہاد میں مصروف ہو جائیں گے۔ مگر ابن زیاد نے ان کی بات نہ مانی اور قتل کر ڈالا ان کے قتل نے تمام مسلمانوں میں مجھے مبغوض بنا دیا۔ خدا کی لعنت ابن مرجانہ پر، خدا کا غضب ابن مرجانہ پر۔

**اہل بیت کو رخصت کرنا** | پھر جب اہل بیت کو مدینہ بھیجنے گئے تو امام زین العابدین سے ایک مرتبہ اور کہا۔  
 "ابن مہبانہ پر خدا کی لعنت! واللہ اگر میں حسینؑ کے ساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی شرط پیش کرتے تو میں اسے ضرور منظور کر لیتا میں اس کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی لیکن خدا کو وہی منظور تھا جو ہو چکا۔ دیکھو مجھ سے برابر خط و کتابت کرتے رہنا، جو ضرورت بھی پیش آئے خبر دینا بعد میں سکینہ کہا کرتی تھیں۔ میں نے کبھی کوئی ناشکر انسان یزید سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا۔

**اہل بیت کی فیاضی** | یزید نے اہل بیت کو اپنے ایک مقبرہ آدمی اور فوج کی حفاظت میں رخصت کر دیا۔ اس شخص نے راستہ بھر ان مصیبت زدوں سے اچھا سلوک کیا۔ جب منزل مقصود پر پہنچ گئے تو حضرت زینبؓ بنت علیؑ اور حضرت فاطمہؓ بنت حسینؑ نے اپنی چوڑیاں اور کنگن اسے بھیجے اور کہا: یہ تمہاری نیکی کا بدلہ ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمہیں دیں۔ اس شخص نے زیور واپس کر دیئے اور کہلایا: واللہ میرا یہ برتاؤ کسی دنیاوی طمع سے نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے تھا۔

**مدینہ میں ماتم** | اہل بیت کے آنے سے بہت پہلے مدینہ میں یہ جاں نسل خبر پہنچ چکی تھی۔ بنی ہاشم کی خواتین نے سنا تو گھروں سے

چلتی جڑی نکل پڑیں۔ حضرت عقیل بن ابی طالب کی صاحبزادی آگے آگے  
 تھیں اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھیں۔

مَا ذَا تَعْوَدُونَ اِنْ قَالَ الْبَنِي كَلِمَةً مَا ذَا فَعَلْتُمْ وَانْتُمْ اَخْوَالِ مُحَمَّدٍ

کیا کہو گے جب بنی تم سے سوال کریں گے کہ اے وہ جو سب سے

بعزتی و باہلی بعد مفتقدی منہم اسامی و منہم منوجو ابدم

آخری امت ہو تم نے میری اولاد اور خاندان سے میرے بعد یہ کیا سلوک کیا

کہ ان میں سے بعض قیدی ہیں اور بعض خون تباہتے پڑے ہیں۔

# عشرہ محرم الحرام

دنیا میں ہر چیز مر جاتی ہے کہ فانی ہے مگر خون  
 شہادت کے ان قطروں کے لئے جو اپنے اندر  
 حیات الہیہ کی روح رکھتے ہیں کبھی بھی فنا نہیں  
 کشتگانِ خنجرِ تسلیم را  
 ہر زمان از غیب جانے دیگر است

شمعِ نابردہ ام از صدقِ بہاکِ شہداء  
 تامل و دیدہ خوننا پر فشانم و اوند

آئیے سب سے پہلے آج ایک بھولی بھولی صحبتِ ماتم پہ تازہ کریں  
 کتنے دن گزر گئے کہ راہِ درسم، ماتم و شیون سے نا آشنا ہیں نہ صدائے  
 ماتم کی فغاں سنجی ہے، اور نہ چشمِ خونبار کی اشک افشانی، کار و بارِ غم کی رونق  
 افسردہ ہو چکی ہے اور روزِ بازارِ درد کی چیل پہلِ ملت سے موقوف ہے۔

نہ درخِ تازہ می خار و نہ زخمِ کہنہ می کار و!

بدہ یارب دے کیس صورتِ بیاں نمی خواہم

ظالموں کے خون آلود ریگستان کو اگر لوگوں نے بھلا دیا مشہور مقدس اور

تبریز کا قلعہ الم اگر ذہنوں سے محو ہو گیا۔ مقدونیہ اور البانیہ کے تازہ ترین افسانہ  
ہائے خونین اگر فکر وں سے فراموش ہو گئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ارباب درد و غم کے لئے  
ایک ایسی داستان الم صدیوں سے موجود ہے جو کبھی بھلائی نہیں جاسکتی اور اگر لوگ  
اسے بھلا بھی دیں تو بھی ہر سال چند ایسے ماتم کو دن تازگی زخم کھن کے لئے  
آموجود ہوتے ہیں۔ جو از سر نو تیرہ سو برس کے ایک حادثہ عظیم کی یاد پھر سے  
تازہ کر دیتے ہیں۔ اس سے میرا اشارہ حادثہ ہائلہ کبریٰ یعنی شہادت حضرت  
سید الشہداء علیہ وعلیٰ الہدایہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے دخلت اللہ جناباً بنا،

وقت است در پنج و خم نوسر ہائی	سوز و نفس زحر گداز تلخ نواتی
وقت است کہ پروگیاں کر نہ تعظیم	برور گشاں کردہ خاک نامیسیائی
از غیر آتش زدہ عریاں بد آئند	چوں شعلہ و غاں بر سر شاں کر نہ مٹائی
جاں کہ ہر فرسودہ تشویش اسیری	دل با ہر خون گشتہ اندوہ ربائی

تنہاست حسین ابن علی در صف اعداء  
اکبر اتو کبار رفتی و حسابس ، کجائی؟

پنج یہ ہے کہ جن مردہ دلوں کو زندگی کے لئے سوز و تپش کی ضرورت  
ہو جن ارباب درد کو روح کی راحت کے لئے جسم کے ماتم کی تلاش ہو جن  
کی زبانیں آہ و فغاں کو محبوب اور جن کی آنکھیں خونبار فغانی کو اپنا مطلوب  
و مقصود سمجھتی ہوں۔ ان کی صحبت ماتم و الم کی رونی مکے لئے یہی افسانہ اتنا  
کچھ سامان غم اپنے اندر رکھتا ہے کہ اگر خون کے بڑے بڑے سیلاب  
سمندروں کی روانی سے بہہ جائیں اور بے شمار لاشوں کی تڑپ سے



زمین کے بڑے بڑے قطعات کیہ جنبش میں آجائیں جب جو ان کی بناء حال اس اہام  
سرائی سے قاصر رہے گی جو اس کے ایک ایک لفظ کے اندر سے قوصیہ فرماتے ،  
عبرت و بصیرت ہے ۔

لیکن آہ ، کتنے دل میں جنہوں نے اس واقعہ کو اس کے حقیقی بھارت و معارف  
کے اندر دیکھا ہے ، اور کتنی آنکھیں میں جو حسین نقی شہید پر گریہ دہا کرتے ہوئے  
اس اسوۂ حسنہ کو بھی سامنے رکھتے ہیں ۔ جو اس حادثہ عظمیٰ کے اندر موجود ہے  
فی الحقیقت یہ حق و صداقت ، آزادی و حریت ۔ مرثیہ معروف و نہی عن المنکر  
کی ایک عظیم الشان انسانی قربانی تھی جو صرف اس لئے موعیٰ تاکہ پیر و ان اسلام کے  
لئے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرے اور اس طرح جہاد حق و عدالت اور اس شہادت  
و استقامت کی ہمیشہ کے لئے ایک کامل ترین مثال قائم کرے ۔ پس جو بے خبر ہیں  
ان کو رونا چاہیئے ۔ ان کو تبکو اختیار کروا ۔

اور جو روتے ہیں ان کو رونے پر ہی اکتفا نہ کرنا چاہیئے ان کے سامنے سید  
الشہداء نے اپنی قربانی کا اسوۂ حسنہ پیش کر دیا ہے اور کسی روح کے لئے ہرگز جان نہیں  
کہ محبت حسینؑ کی مدعی ہو جب تک کہ اسوۂ حسینی کی متابعت کا اپنے اعمال کے اندر  
سے ثبوت نہ دے ۔ دنیا میں ہر چیز مر جاتی ہے کہ فانی ہے مگر خون شہادت کے  
ان قطروں کے لئے جو اپنے اندر حیات الہیہ کی روح رکھتے ہیں کبھی بھی فنا نہیں ۔  
کشتگانِ خنجرِ تسلیم ! ہر زباں از غیب جانے دگر است

سب سے پہلا نمونہ جو یہ حادثہ عظیم ہمارے سامنے پیش کرتا ہے  
دعوت الی الحق اور حق و حریت کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرتا ہے ۔

بنی امیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی۔ کوئی حکومت جس کی بنیاد جبر و شخصیت پر ہو، کبھی بھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اسلام کی روح حریت و جمہوریت کو غارت کیا۔ اور شور و اجتماع امت کی جگہ محض خطبہ جابرانہ اور مکروہ نفع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد رکھی۔ ان کا نظام حکومت شریعت الہیہ نہ تھا بلکہ محض اغراض نفسانیہ و مقاصد سیاسیہ ایسی حالت میں ضرورت تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق و حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا۔

حضرت میثمہ الشہداء نے اپنی قربانی کی مثال قائم کر کے مظالم نبی امیہ کی خلاف جہاد حق کی بنیاد رکھی اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی اطاعت و وفاداری سے انکار کر دیا۔ پس یہ نوز تعلیم کرتا ہے کہ ہر ظالمانہ و جابرانہ حکومت کا علانیہ مقابلہ کرو اور کسی ایسی حکومت سے اطاعت و وفاداری کی بیعت نہ کرو جو خدا کی بخشی ہوئی انسانی حریت و حقوق کی غارت گر ہو اور جس کے احکام مستبدہ و جابرانہ کی بنیاد صدقت و عدالت کی بجائے ظلم پر ہو۔ مقابلے کے لئے ضروری نہیں کہ تبار سے پاس قوت و شوکت مادی کا وہ تمام ساز و سامان بھی موجود ہو۔ جو ظالموں کے پاس ہے کیونکہ حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھ چند منصفانہ و مساکین کی جمعیت قلید کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ حق سداقت کی راہ نتائج کے فکر سے بے پرواہ ہے۔ نتائج ہارنہے کرنا مقبلا کام نہیں ہے اس قوت قاہرہ عاقلہ الہیہ کا کام ہے جو حق کو باوجود ضعف و فقدا ان انصار کے کامیاب و فتح مند کرتی اور ظلم کو باوجود جمعیت و عظمت و بیونی کے مامروہ و محکوموں سا کرتی ہے۔

کہ من قتیۃ ثنیۃ غلبت قتیۃ کثیرۃ  
کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی  
جماعتوں پر حکم الہی سے غالب آگئیں  
جاؤن اللہ (۱۳: ۲۷۹)

ایسے مرقعوں پر ہمیشہ مصلحت اندیشیوں کا خیال دامن گیر ہوتا ہے جو فی نفسہ اگر پر عقل و دانائی کا ایک فرشتہ ہے لیکن کبھی کبھی شیطان جیم بھی اس کے بھیس میں اگر کام کرنے لگتا ہے۔ نفس خادع حیلہ تراشیاں کرتا ہے کہ صرف اپنے تئیں کٹوا دینے اور چند انسانوں کا خون بہا دینے سے کیا حاصل ہے ؟ توپ و تفنگ اور تخت و سلطنت کا مقابلہ کس نے کیا ہے کہ ہم کریں ؟

آخری سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں۔ تاریخ عالم کی سہ ہا مثال مقدمہ و محرم جہاد سے قطع نظر تبارے سامنے خود مظلوم کربلا کی مثال موجود ہے تم کہتے ہو کہ چند انسانوں نے حکومتوں کی قوتوں اور ساز و سامان کا مقابلہ کیا ہے کہ کبھی کبھی کیا جاسکے ؟ میں کہتا ہوں کہ حسین ابن علیؑ نے صرف بہتہ (۴۰) یا باسٹھ (۴۲) بھوکے انسانوں کے ساتھ اس عظیم الشان حکومت قاہرہ و بابر کا مقابلہ کیا جس کے مدد و سلطنت ملتان اور سرحد فرانس تک پھیلے ہوئے تھے۔

اور گویہ سچ ہے کہ اس لئے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دل کے کھڑوں کو بھبک اور پیاس کی شدت سے ترپتے دیکھا اور پھر ایک ایک کر کے ان میں سے ہر وجود مقدس خاک و خون میں ترپا اور جان بحق تسلیم ہوا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ دو دشمنوں سے نہ تو چھینے کے لئے پانی بھیجیں سکا اور نہ زندہ رہنے کے لئے اپنی غذا حاصل کر سکا اور اس میں بھی شک نہیں کہ بالآخر سر سے لے کر پیر تک وہ دشمنوں سے چور تھا۔ اور اس خلعت شہادت لالہ گوں سے آراستہ ہو کر تیار ہوا تاکہ اس کو شہر ساز جہانم کے حرم وصال میں پہنچے جو دو دستوں کو خاک و خون میں نرپانا اور دشمنوں کو مہلت دیتا ہے۔

امید و صلوات و یرید قسلی

سید مراد حضرت حمید علیہ السلام ہیں

تاہم فتح اس کی تھی اور فیروز مندی اور کامرانی کا تاج صرف اسی کے زخم خوردہ سر پر رکھا جا چکا تھا۔ وہ تڑپا اور خاک و خون میں ٹوٹا، پر اپنے اس خون کے ایک ایک قطرہ سے جو عالم اضطراب میں اس کے دھنوں سے رینگ و سنگ پر بہتا تھا انقلاب و تغیرات کے وہ سیلاب ہائے آتشیں پیدا کر دیئے جن کو نہ تو مسلم بن عقبہ کی خون آشامی روک سکی، نہ حجاج کے بے مان خو خزاری اور نہ عبدالملک کی تدبیر و سیاست، وہ بڑھتے اور بھڑکتے ہی رہے ظلم و جبر کا پانی تیل بن کر ان کے شعلوں کی پرورش کرتا رہا اور حکومت و تسلط کا غرور جو ان کی ایک چنگاری کو آتش کدہ سوزاں بناتا رہا۔ یہاں تک کہ آخری وقت آگیا اور جو کچھ سر میں کر بلا کے اندر ہوا تھا، وہ سب کچھ سترہ<sup>۲۲</sup> میں صرف دمشق بلکہ تمام عالم اسلام کے اندر ہوا۔ صاحبان تاج و تخت خاک و خون میں تڑپتے ان کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال کی گئیں فتح مندوں نے قبریں تک اکھاڑ ڈالیں اور مردوں کی ہڈیوں تک کو ذلت و حقارت سے محفوظ نہ چھوڑا اور اس طرح

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ  
مَنْقَلَبٍ يَنْقَبُونَ (۲۶: ۲۷)

بہت جلد ظالم لوگ اس بات کو جان لیں گے  
کہ کس جس جگہ وہ سب ٹوٹے جائیں گے

کا پورا پورا ظہور ہوا۔

پھر کیا یہ سب کچھ جو ہوا وہ محض ابراہیم عباسی کی دعوت اور ابو مسلم خراسانی کی خفیہ ریشہ دوانیوں ہی کا نتیجہ تھا؟ کیا یہ اسی خون کا امجاز نہ تھا جو فرات کے کنارے بہایا گیا تھا؟ پھر اس فتنہ کی کا سبب تو ظاہر ہے جس کے نتائج کے لئے ایک صدی کا انتظار کرنا پڑا۔ ورنہ فی الحقیقت مظلومیت کا خون جس وقت بہتا ہے اسی وقت اپنی معنوی فتح مندی حاصل کر لیتا ہے۔

بہر حال یہ تو حق و صداقت کی قربانیوں کے نتائج میں جو کبھی ظاہر ہوتے بغیر نہیں رہتے لیکن حضرت سید الشہداء کا اسوہ حسنہ بتلاتا ہے کہ تم ان نتائج کی ذرا پروا نہ کرو۔ اگر ظالم اور جابرانہ حکومت کا وجود ہے تو اس کے نئے حق کی قربانی مانگنا میرے اور اسے ہونا ہی چاہیے۔ تصادق کی قلت و کثرت یا سامان و وسائل کا فقدان اس پر مؤثر نہیں ہو سکتا اور ظلم کا صاحبِ شوکت و عظمت ہونا اس کیلئے کوئی الٰہی سند نہیں ہے کہ اس کی اطاعت ہی کفایت جاتے۔ ظلم خواہ ضعیف ہو خواہ قوی۔ بہر حال میں اس کا مقابلہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ ظلم ہے اور حق و صداقت بہر حال میں کیاں اور غیر متزلزل ہے۔ حق و عدالت کی رفاقت کی آزمائش نہرہ گداز اور ٹکیبِ رہا میں قدم قدم پر حفظ جان، ناموس اور محبتِ فرزند و عیال کے کاٹنے و امن کھینچنے میں لیکن یہ اسوہ حسنہ مومنین غلبہ میں کو درس دیتا ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اپنی طلب و محنت کو اچھی طرح آزمائیں۔ ایسا نہ ہو کہ چند قدموں کے بعد ہی شکوہ کر گئے۔

### جرمِ راہیں جا عقوبتِ ہست و استغفارِ نیست

اس قاتلِ جاوہِ حق و صداقت کے چاروں طرف جو کچھ تھا اس کا اعادہ ضروری نہیں کہ سب کو معلوم ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی آزمائشوں کے متعدد درجے بیان کئے ہیں

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَأْتِيهِمْ مِنَ الْخُوفِ  
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ  
وَالْأَنْفُسِ وَالْأَمْوَالِ  
الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ  
مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا

اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائشوں میں ڈالے گا وہ حالتِ خوف و ہراس، بھوک اور پیاس نقصانِ مال و جان اور ہلاکتِ اولاد و اقارب میں مبتلا کر کے تمہارے صبر و استقامت کو آزمائے گا۔ پس اللہ کی

إِلَيْهِ رَاجِعُونَ . طرف سے بشارت ہے اُن کے لئے

جن کے ثبات و استقامت کا یہ (۵۵۰۲، ۵۴)

مال ہے کہ جب مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے تمام معاملات کو یہ کہہ کر اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں کہ: "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ"۔

خوف و ہراس، بھوک اور پیاس، نقصان اموال و متاع، قتل نفس و اولاد یہی چیزیں انسان کے لئے اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں اس لئے ان ہی چیزوں کو راہ الہی کے لئے آزمائش قرار دیا گیا ہے۔

لیکن مظلوم کربلا کے سامنے یہ تمام مرحلے ایک ایک کر کے موجود تھے، وہ ان تمام مصائب سے ایک لمحے اندر سخاوت پاکر آرام و راحت اور شوکت و عظمت حاصل کر سکتا تھا اگر حکومت ظالمہ کی وفاداری و اطاعت کا عہدہ کر لیتا اور حق و صداقت سے روگردانی کے لئے مصلحت وقت کی تابوں پر عمل کرتا۔ پر اس نے خدا کی مرضی کو اپنے نفس کی مرضی پر ترجیح دی اور حق کا عشق زندگی اور زندگی کی محبتوں پر غالب آگیا اس نے اپنا سروے دیا کہ انسان کے پاس حق کے لئے یہی ایک آخری تہذیب پر اطاعت و وفاداری کا ہاتھ نہ دیا ہو صرف حق و عدالت ہی کے آگے بڑھ سکتا تھا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي نَفْسَهُ  
ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ  
رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ . اور جو لوگ اللہ کی خوشنودی کی طلب میں  
جانیں تک فروخت کر دیتے ہیں اور اللہ  
بھی اپنے بندوں کے لئے شفقت و

مہربانی رکھنے والا ہے۔

۲۱۵۰۲

سب سے بڑا اسوۂ حسنہ کہ اس مادہ عظیم کی زبان حال اس کی ترجمانی کرتی

ہے۔ راہِ مصائب و جہاد حق میں صبر و استقامت اور عزیمت و ثبات سے کہ :

إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا بِرَبِّنَا اللَّهُ ثُمَّ  
 اسْتَقَامُوا (۳۰ : ۴۱)

اللہ ہی ہے اور پھر اس بات پر قائم رہے  
 دوسری جگہ کہا ہے :-

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ  
 پس چاہیے کہ جس طرح تمہیں حکم دیا  
 گیا ہے۔ (اسے نبی)

قائم رہیں (اپنی راہ میں) استوار و جہاد۔ ذلّٰہ در مقابل  
 روئے کشادہ، باہر و پیشانی فراخ  
 فی الحقیقت اس شہادتِ غلیظہ کی سب سے بڑی مزیت و خصوصیت یہ ہے کہ  
 اپنے عزیز و اقارب اہل و عیال اور فرزند و اسباب کے ساتھ دشتِ غربت و مصائب  
 میں محسوسِ عدمِ ہونا، اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے جہد و کوشش کو شدتِ تلاش و جوع  
 سے آہ و فغاں کرتے ہوئے دیکھنا پھر ان میں — ایک ایک کی نون و نود لاش کو اپنے  
 ہاتھوں سے اٹھانا محسوس کرنا کہ اپنے طفل شیرخوار کا بھی تیرے وہ بہت سے پتھر پانا۔ مگر  
 بایں ہمہ راہِ حق و صداقت میں جو پیمانِ صبر و استقامت باذعانتھا، اس کا ایک لمحہ  
 بلکہ ایک عشرِ دقیقہ کے لئے مترنزل نہ ہونا اور حق کی راہ میں جس قدر مصائب و اندوہ  
 پیش آئیں سب کو شکر و منت کے ساتھ برداشت کرنا کہ : رَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللَّهِ وَصَبْرًا عَلٰی بَلَاءِهِ

پہچان ترابہاں خریدار  
 میں ہر جہم و گمراہی سزاوارم  
 دوست کے ہاتھ سے زہر کا جام بھی ملا ہے تو تشنگانِ زلالِ محبت سے غیروں  
 کے جامِ شکر و ناز و نعت دیتے ہیں  
 سب سے بڑا شکر اذہم فاعلم

آئی بھی اگر گوش تیدت نیرش باز ہر فناک کر بلکہ ایک ایک ذرہ تو میری فٹے  
میر و استقامت ہے۔

شدیم خاک و یکن برتے تربت تا تو اس شانت کیز خاک مروی خیزد  
افس کہ تفصیل طالب کا زادہ نہیں اور نہ وقت و گناہش تفتنی ہال و زیب  
اگر اس میر و استقامت کے اسوۂ حسنہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو خدا اسناد تاریخ کی  
طرف توجہ کرو۔ صرف ایک روایت یہاں لکھوں گا تاکہ جو لوگ خدا دان نبوت و حضرت  
حضرت رسالت کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ او خدا محبت بہرمت الہوت  
بیکار ہے۔ ان المحب لیس یحب یشع

حضرت امام علی بن امینؑ شہید پر نبی العابدین کہتے ہیں۔

انی لجاس فی العیثۃ النقی قتل ابی العصیی فی صحیحہ  
و عتی زینب قرضنی اذ دخل وهو یقول۔

یا دھر! افس! من خلیل کولک فی الوشوف و دلیل

من طالب و صاحب قتیل والدھر! لا یقنع بالبدیل

وانما الامرانی الجلیل و دخل حی سلك السبیل

ففہمت ما قال و عرفت و ارا و وضقت فی عبرتی و لا دوت  
معنی و عرفت ان البودتہ نزل بنا و اما عتی زینب فانما  
لما سمع ما سمعت و انشاء من شأنہ فی الرقة و الجزء  
فلم تسمک ان و تب تجر ثربہا حاسرة و ہی قتل  
و انکلام: لیس موت عدمی الحیاة الیوم ماتت فالہمة



وعلى والحسن بن على اعني فنظر اليها فرد وغصة ثم قال : يا اخي!  
اتقى الله ! فان الموت نازل لا معالة فلطمت وجهها وشقت  
جيبها وخرت مغشياً عليها وصاحت وادبثا واشكوا فتقدم  
اليها نصب على وجهها لسماء قال لها يا اختها لا تعزى بعزاء  
الله فاني لى ذلكى مسلم اسوة برسول الله صلى الله عليه وسلم  
(تاريخ يعقوبي مطبوعه ليثون جلد دوم صفحہ ۲۹۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام کہتے ہیں۔  
جس رات کی صبح کو میدان شہادت گرم ہونے والا تھا۔ میں اسی شب کا واقعہ  
ہے کہ میں بیمار پڑا تھا میری پھوپھی زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں اتنے  
میں حضرت امام حسینؑ داخل ہوئے۔ وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے جنہیں سن کر میں  
بکھ گیا کہ ان کا ارادہ کیا ہے؟ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور  
مجھے یقین ہو گیا کہ ہم پر ابتلا الہی نازل ہو گئی ہے اور اب اس سے چارہ نہیں۔

مگر حضرت زینبؑ ضبط نہ کر سکیں کیونکہ قدرتی طور پر عورتیں زیادہ رقیق القلب ہوتی ہیں  
وہ ماتم کناں چلا اٹھیں کہ داحسرتا! مصیبت الیوم ماتت فاطمةؑ علیؑ والحسنؑ وعلیؑ  
لیکن حضرت حسینؑ نے یہ حالت دیکھی تو ان کی جانب متوجہ ہوتے اور کہا: اے  
بہن! یہ کیا بے صبری اور کیا جزع و فزع ہے؟ اللہ سے ڈرو کہ موت یقیناً ایک  
کے والی چیز ہے اور اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

لیکن حضرت زینبؑ شدت غم و حزن سے مضطرب تھیں۔ وہ دیکھ رہی  
تھیں کہ آنے والی صبح کن واقعات غریب کے ساتھ صبح برگی فرط غم میں انہوں

نے اپنا چہرہ پیٹ لیا۔ گریباں بھاڑ ڈالا اور واویلا و احسرت! پکارتی ہوئی یہ ہوش اپنے بھائی پر گر پڑیں۔ حضرت حسینؑ نے یہ حالت دیکھ کر ان کے منہ پر پانی ڈالا اور جب ہوش میں آئیں تو فرمایا: "اسے بہن! یہ کیسا غم خزن ہے جو تم کر رہی ہو؟ تمہیں چاہیے کہ اللہ کے حکم و فرمان کے مطابق جو طریقی عز و احزن و غم ہے اسے اختیار کرو کیونکہ میرے اور ہر ایک مسلم کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ان کے اعمال و افعال اتباع اور پیروی کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔"

اللَّهُ أَكْبَرُ! خاندانِ نبوت کے اس مرتبہ رفیع اور اس درجہ عظیم کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ کس طرح ان کے سامنے تھا اور نَقْدُ کَانَ نَقْدُ نَبِيِّ رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَدَ حُسْنَةٍ کے حکم کے آگے کس طرے انہوں نے اپنے جذبات اور خواہشوں کو قربان کر دیا تھا؟ ایسے سخت اور زہرہ گداز موقع پر بھی اپنی بہن کا جزع و فزع گوارا نہ ہوا۔ اور سب سے عام الفاظ صبر و تشفی کہنے لگے فرمایا تو یہ فرمایا کہ فَاِنَّ لِي دَلِيْلًا مِّمَّنْ اسْوَدَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ!

پھر آج کتنے مدعیانِ محبت اہل بیت کرام ہیں جو اس اسوہ حسنہ کے اتباع کا اپنے اعمال سے ثبوت دے سکتے ہیں؟

# شہادت حسینؑ اور اسلام

اسلام نے ظاہر ہوتے ہی دنیا کے تمام اعمال و معمولات پر نظر ڈالی اور ہر عمل کی حقیقت و روح کو بے لیا اور غیر مناسب و ناموزوں جسم و لباس کو چھوڑ دیا۔  
واقعہ شہادت کو اسرارِ شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہیے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریق ہو گا۔ اور شریعت نے امتِ محمدیہؐ کو اسی قسم کے طریقِ ماتم کی ہدایت فرمائی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تاریخِ اسلام میں ہمیشہ خون آلود حروف میں لکھا گیا اور اشک بار آنکھوں سے پڑھا گیا۔ لیکن اس دردِ انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعتِ اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں جن کو خون کی ان چادرؤں نے چھپا دیا اور ہزاروں اسوۂ یا سہ معنی تھے جن کو آنسوؤں کے سیلاب بہا لے گئے۔

اس لئے اب ہم کو قدیم زمانے کی مجلسِ لانے ماتم میں ایک نئے حلقہ ماتم کا اضافہ کرنا چاہیے جو خون آلود آنسوؤں کا جو چشمہ جاریہ، ثم رسیدہ دلوں سے ابل رہا تھا، اس کو کچھ دیر کے لئے ملتوی کر کے خود واقعہ شہادت کو اسرارِ شریعتِ اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہیے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیز طریق ہو گا اور شریعت نے امتِ محمدیہؐ کو اس قسم کے طریقِ ماتم کی ہدایت فرمائی ہے۔

دنیا میں اسلافِ پرستی کا فطری مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے اسی

بنام پر تمام قوموں نے اپنے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے اور ان کے اعمال کو آئندہ نسل کی عبرت و بصیرت کے لئے زندہ رکھنا چاہا ہے لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا وہ وہی ہے جس کی بنیاد دنیا کی بت پرستی نے رکھی اور دراصل اصنام پرستی کی زنجیر عمل کی پہلی اور آخری کڑی اسی کو بھنپنا چاہیے پہلی اس لئے کہ بے اوقات انسانوں نے اسی راہ سے اصنام پرستی کی منزل پائی اور آخری اس لئے کہ بت پرستی خود تو چلی گئی لیکن اپنا نقش قدم اس شکل میں اب تک چھوڑ گئی ہے۔

ہمارا اشارہ اسلاف پرستی کے اس طریقہ کی طرف ہے جس کی بنا پر مشامیر ملک و قوم کے مجسمے (اسٹیچوز) بناتے جاتے ہیں اور ان کو اس لئے نصب کیا جاتا ہے تاکہ ان کے ذریعہ قوم کو ہمیشہ مشامیر کی یاد دلانی جائے اور ان کے نقش قدم پر چھنے کی ہدایت ملے۔

اگرچہ اسلاف پرستی کا یہ نہایت قدیم طریقہ تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک اس قوم کے متعدد مجسمے قائم ہو چکے تھے اور ان کی علانیہ پرستش کی جاتی تھی لیکن یونان و مصر نے ان مجسموں پر تمدن و تہذیب کا آب و رنگ چڑھا کر ان کو اور بھی شاندار و مغرب بنا دیا۔ آج یورپ بائیان تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی جرمائش مجسموں کی شکل میں کر رہا ہے۔ ان کے اندر یونان کی اس قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آتا ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی سطح پر بھی تصویروں کی جو صفیں نظر آ رہی ہیں ان میں بھی اس کی جھلک پائی جاتی ہے۔

ظہور اسلام کی برکات لیکن اسلام ایک دین خالص تھا جو توحید خالص کو قائم کر لیا تھا تھا اور انسانی عظمت کی ان تمام وجوہ کا ہمیشہ کے لئے دروازہ بند کر دینا چاہتا تھا جو کسی حال میں بھی انہی عظمت کے نقطہ تک نہ پہنچ سکتی تھیں یا قریب ہو سکتی تھیں پس وہ کسی طرت بھی قیام

ذکر و فحاشے غفلت کا اساطیری اختیار نہیں کر سکتا تھا جس میں بزرگ دنیا بار بار شعوکہ کیا چکی تھی۔ اسلام نے ظاہر سمجھے ہی دنیا کے تمام اعمال معمولات پر نظر ڈالی اور مہمل کی حقیقت و روح کو سے لیا اور غیر مناسب و ناموزوں حجم و لباس کو چھوڑ دیا۔

دشت نے جن حقیقتوں کو تائید پر دوں میں چھپا دیا تھا وہ دفعۂ چاک چاک ہو گئے جہالت نے جن برائیوں کو پتھروں کے ڈبیر میں گم کر دیا تھا وہ اس سے الگ ہو کر دنیا و امن و مرد میں آگئی غیر متقل متدن نے جن کھلی ہوئی بصیرتوں کو خوشنما چادروں کے آب و رنگ میں ریزہ ریزہ کی طرح منقل کر دیا تھا وہ یک خاصوش ہو گئے اور حقیقت آفتاب کی طرح علانیہ نقاب ہو کر برہان کو نظر آگئی قرآن حکیم نے اسی انقلاب کو ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْیَ اَمْسُوْا یُخْرِجُهُمْ  
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی السُّوْرِ وَالَّذِیْ فِیْهِ  
حَقُّهُ اَوَّلِیَّاءُ حُـ  
اَلطَّاعِنُوْنَ یُخْرِجُوْهُمْ  
مِّنَ السُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ۔  
(۲۵۷، ۲)

یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا جس کی جھلک اسلام کی تمام تعلیمات میں نظر آتی ہے اور مشاہیر پر باتم کرنے کا طریقہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں چنانچہ قہار کی یادگار قائم کرنے اور ان کے اعمال و آثار کو زندہ رکھنے کا جو طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آتا تھا اسلام نے ایسے ہی ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔ اس نے مسلمانوں کو مجسموں کی شکل میں اسلاف پرستی کی عبادت نہیں دی کیونکہ وہ بت پرستی تک منحصر ہوتی ہے اور اسلام زندہ انسانوں کے شرف

کو پتھروں کے آگے نہیں جھکانا چاہتا مگر اس نے شاہیر کرام اور اسلاف صالحین کے نمونوں کے فائدہ عظیم کو بھی ضائع نہ ہونے دیا اور ان کے اثر کو اسی طرح حقیقی و قدیم کر دیا کہ مومن کے آگے ان کی علیٰ زندگی کے نمونے پیش کر دینے اور کہنا کہ دن میں پانچ بار جب خدا کے حضور آدم صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت مانگو۔

ساتھ ہی تشریح کر دی کہ صراط مستقیم انبیاء صلیقین، شہداء اور صالحین کی راہ علم و عمل ہے اور اسی لئے ان کے نمونے ہر وقت تمہارے سامنے رہنے چاہئیں۔

پس ماتم کی یکم پروخت نے جن تائیک پرووں کو ڈال کر اصل حقیقت کو چھپا دیا تھا اور تمدن و تہذیب نے پرووں پر نظر فریب رنگ چڑھا کر جن بصیرتوں کو گم کر دیا تھا۔ اسلام نے ان سب کو پاک پاک کر دیا اور مضر حقیقت جن جھلکوں میں چھپا ہوا تھا ان سے نکل کر علانیہ آشکارا ہو گیا

قرآن حکیم میں انبیاء سابقین کے جو قصص مذکور ہیں ان کے اندر درحقیقت اپنی ہمارے علم کی روح مغرب ہے جو مجسوں کے قالب میں حلول کر کے بالکل بے اثر اور محض ظاہر فریب ہو جاتی تھی۔ قرآن ہمید تواء و اسانم ربانی یا دگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو سوہ حسنہ کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور مسلمانوں کو جا بجا اس پر توجہ دلاتا ہے چنانچہ تم نے بار بار پڑھا ہو گا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ حیات کو مسلمانوں کا قبلو کعبہ انظار قرار دیا۔

قَدْ صَدَّقْتَ كَلِمَةَ السَّوَةِ حَسَنَةً

تمہارے لئے حضرت ابراہیم کی

فی ابراهیم والذین معہ

حیات طیبہ میں ان کی زندگی میں

جوانی کے ساتھی میں پیروی کے

لئے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے۔

اس بنیاد پر اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جو اصول پرستی کی صحیح اصول پر اسلامی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی صحیح اصول کے مطابق چاہیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے اندر عزم و استقلال، صبر و ثبات، استبداد شکنی، قیامِ حبسیت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی عظیم الشان بصیرتیں موجود ہیں ان کی یاد کو ہر وقت تازہ رکھیں اور کم از کم سال میں ایک بار اس مذہبی قربانی کی روح کو تمام قوم میں ساری و جاری کر دیں۔

لیکن ان بھیہ توں کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات میں ایک اور عظیم الشان بصیرت موجود ہے جس کا سلسلہ مذہب کی ابتدائی تاریخ سے شروع ہوتا ہے اور اس کی آخری گزری اسلام کی تکمیل سے جا کر مل جاتی ہے۔

دنیا کی مذہبی تاریخ کی ابتدا عجیب بے کسی کی حالت میں ہوئی ہم نے دنیا کے سنت وادوں میں باپ کو بیٹے کا شہ یک، جانی کو بھائی کا حامی، بیٹی کو شوہر کا مددگار پایا لیکن صرف مذہب ہی کا ر، حامی عالم ایک ایسا عالم ہے جہاں باپ کو بیٹے نے جانی کو بھائی نے، شوہر کو بیٹی نے چھوڑ دیا ہے بلکہ ان کی مصیبتوں میں اور بھی اضافہ کیا ہے۔

یہی سبب ہے کہ خاندانِ نبوت ہمیشہ مطہر و اقارب کی اعانت سے محروم رہا حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مدت تک شب و روز اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی اور قوم نے فرط بغض و عناد سے ان کی دعوتِ حق کو رد کر دیا۔ ان سے علیحدگی اختیار کرنی اور کانوں میں انگلیاں تک دے لیں۔

نوح نے عرض کیا یا خداوند! میں

نے شب و روز دعوتِ حق کی لیکن

قَالَ رَبِّ اِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي

فَلْيُؤَدِّ قَوْمًا فَاسِدًا يُزِيلُهُمْ

وَعَلَّاهُمْ إِذَا يَمُوتُونَ ۖ  
 إِنِّي أَنُفِثُ لَكُمْ دَعْوَتَكُمْ  
 يَتَّبِعُونَ لَهُمْ جَعَلُوا  
 أَمْثَلَهُمْ بَنِي إِدْرِيسَ  
 وَاسْتَفْتَوْا أَشْيَا بَهُمْ ۖ  
 أَسْرَوْا ۖ وَاسْتَضَبُّوا  
 اسْتَكْبَرُوا ۖ

اس کا اٹل اثر یہ ہوا کہ لوگ  
 مجھ سے اور زیادہ بھاگنے لگے ہیں  
 نے جب ان کو تیری مغفرت  
 کے لئے پکارا۔ انہوں نے  
 کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔  
 اپنے کپڑوں میں پٹ گئے کہان  
 تک میری آواز نہ پہنچ جاتے۔

آہ! یہ حق ناشناس قوم ہمیشہ ہٹ دھرمی اور باطل پر تکبر گھمنڈ کا  
 اظہار کرتی رہی۔

لیکن اس پیغمبرؐ انہ آواز کی مدد سے بازگشت صرف ان کی قوم ہی کے در و دیوار سے  
 ٹکرا کر ناکامیاب واپس نہیں آئی بلکہ خود ان کے گھر کے در و دیوار نے بھی اس کو ٹھوکر لگائی  
 اور خاندانِ نبوتؐ کے چشم و چراغ یعنی ان کے بیٹے نے بھی اس ذر کو قبول نہ کیا۔ آخری  
 وقت میں حضرت نوح علیہ السلامؑ اپنے پھر اپنے بیٹے کو خدا کی پناہ میں بلایا لیکن اس وقت  
 بھی اس کا گوشِ نصیحتِ نبوتؐ نہ دانت ہوا۔ اس لئے وہ بھی تمام قوم کے ساتھ عذابِ  
 الہی کی طوفانِ خیز موجوں میں بہہ گیا۔

وَنَادَىٰ نُوْحٌ ۖ يَا بَنِيَّ  
 اٰتُواْنِي مَقْعَدًا يَّمْنِيَّ  
 اِنَّكُمْ كُنْتُمْ عَمَّا مَشْكُوْ  
 مَعَكُمُ الْكٰفِرِيْنَ ۚ

اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا وہ  
 کنارے پر کھڑا تھا۔ کہا اے میرے  
 بیٹے! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار  
 ہو جا۔ کافروں کا ساتھ نہ دے



سَابِي إِلَى جَبَلٍ لِّقَيْسِيٍّ  
مِنَ السَّمَاءِ قَالَ لَا عَامِرَ  
الْيَوْمِ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا  
مَنْ رَحِمَهُ وَخَالَ بَيْنَهُمَا  
الْمَوْجُ فَكَانَ مِنْ  
الْمُعْرِقِينَ .

(۱۱۱ : ۲۲۱ ، ۲۲۲)

چنانچہ فوج کی پکار کچھ سو مند نہ  
ہوئی اور اس کے اور اس کے بیٹے کے درمیان موج مائل ہو گئی اور تمام لوگوں  
کے ساتھ وہ بھی ڈوب گیا۔

حضرت قطل علیہ السلام کے تمام خاندان نے اگرچہ ان کا ساتھ دیا لیکن خود ان  
کی بی بی ان سے علیحدہ ہو کر تمام قوم کے ساتھ عذاب الہی میں شامل ہو گئی  
قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمٍ  
مَّجْرُمِينَ إِلَّا أَنْ نُؤْيِيَهُ،  
إِنَّا نَكْتُمُ لَهُمْ آجُنُوبَكُمْ  
إِنَّا أَمْرًا فَتَرًا فَا  
لَقَدْ هَمَمْنَا الْغَابِرِينَ  
فرستگان عذاب نے کہا۔ ہم  
ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے  
گئے ہیں۔ جسے ہمارے گھونٹے والی  
سے گھر ہاں ایک خاندان رہا  
تو ہمارے لئے تمام اندر گھر پر ہمیں  
گئے مگر اس کی بڑی ہوسیں بچے کی اس

۵ : ۲۲۱

لئے کہ ہمارا اندازہ ہو چکا ہے کہ وہ بھی پیچھے رہ جائے گا ساتھ دے گی۔

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے خاندان نبوت میں ایک عظیم اثر

الغلاب پیدا ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ان سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی نے ان سے کہہ کر کئی اختیار کر لی تھی لیکن اس دور ابراہیمی میں بیٹے نے باپ کی بی بی نے شوہر کی۔ بھائی نے بھائی کی دعوت حق پر لبیک کی صدا بلند کی۔ اور اس دعوت کی اشاعت میں جو مصلحتیں ان کو پیش آئیں۔ ان میں برابر کے شریک رہے سب سے پہلے حضرت ہاجرہؑ نے اس جہاد و روحانی کی طرف قدم بڑھایا اور اپنے شوہر کے ساتھ اپنے تخت جگر کو ایک ایک دوی خیر ذی ذرعہ میں ڈال دیا۔ جہاں کنی سو میل تک آب و گیاہ کا پتہ نہ تھا۔ یہ اسی سخت امتحان کی پہلی منزل تھی جس کے لئے خداوند تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا تھا چنانچہ جب اس آخری امتحان کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے باپ کے آگے سرِ اعلاعت خم کر دیا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ	جب اسماعیل علیہ السلام
قَالَ يَبْنَؤُ رِجْلِي ۖ اَدْرٰى	جب ابراہیم علیہ السلام
بِئِى الْمَنَامِ رِجْلِي ۚ اَوْ دُبُّكَ	کے ساتھ چلنے پھرنے کے
فَاَنْظَرُ مَا دَاخِرِي ۚ قَالَ	قابل ہو گئے تو انہوں نے ایک
يَا بَنِي اَهْلِي مَا تَوْمَسُوْ	دن کہا۔ اے بیٹے! میں نے
مَسْجِدِي ۚ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ	خواب دیکھا ہے کہ گویا تمہیں
مِنَ الْمَاجِرِيْنَ ۚ فَلَمَّا	راہ حق میں ذبح کر رہا ہوں
اَسْلَمْنَا وَ مَثَلُ	میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا ماجرہ
فَجَبِينِ ۚ وَمَا دَرِيْنَهُ اَنْ	ہے؟ تم بھی اس پر غور کرو
بَا اِمْرَاجِيْمَ قَدْ صَدَّقْتُ	کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ بیٹے

الرَّذِيَّا بِمَا حَكَّ الرَّبُّ  
تَجَزَى لِحَبِيبِ  
إِنْ حَقَّ لِقَاءُ السَّوْدِ  
الْمُبِينِ۔

نے جلاتا ٹلے کہا۔ اے میرے  
اب میں خواب سے وہی صوم  
ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف  
ایک اشارہ ہے یہی آپ صم

(۱۰۶ تا ۱۰۷)

والوں اور ثابت قدموں میں سے پایئے گا۔ جب باب . بیٹا . تو خود اپنے آگے  
جھک گئے اور باپ نے ذکر کرنے کے لئے بیٹے کو زمین پر بچھاڑا تو اس وقت ہم  
نے آواز دی۔ اے ابراہیم! اس کو تم نے اپنے خواب کو بت کر لکھا یا ہم سے ہیں احسان کو  
اسی طرح بدلا دیتے ہیں واصل یہ ایک بت بڑی قربانی تھی جسکی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے تھے  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی ان کے خاندان کی اعانت و رفاقت شریک رہی  
چنانچہ جب ان کو شعلہ طور کی زبان نے بشارت نبوت دی تو ان کی بی بی ان کے ساتھ  
تھیں بلکہ انہیں کے لئے وہ آتشکدہ طور سے آگ لینے گئے تھے۔

فَلَمَّا قَضَا مُوسَى الْأَجَلَ  
وَسَادَ بِأَهْلِهِ النَّارِ  
مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْمَأْمُورِ  
قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا  
إِنِّي أَنَا نَارُ الْعَالِيَةِ  
أَتَيْتُكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ  
أَوْجَدُ وَتَوْفِيقٍ النَّارِ

جب موسیٰ عیسیٰ سے اپنی نبی  
کرنے کر چلے تو ان کو کوہ  
طور کے دامن میں آگ کی  
روشنی نظر آئی وہیں نے اپنی  
بیوی سے کہا میں صہرو  
میرا ہے ایک آگ دیکھی ہے  
اس کو پتہ لگتا ہوں۔ شاید

تھپانے کے لئے آگ

تَصْلُوْنَ .

حاصل کر سکوں۔

(۲۸ - ۲۹)

لیکن دینی ایمن میں جا کر معلوم ہوا کہ یہ آگ کا شعلہ نہ تھا بلکہ وہ ایک برق  
خاطف تھی جو فرعون کے خرمِ ظلم و استبداد پر گرنا چاہتی تھی چنانچہ جب خدا نے  
عصا اور یبرہینا کی صورت میں ان کو یہ صاعقہ ہلاکت دیا۔ اور انہوں نے اپنے  
ہارون کی اعانت کا سوال کیا تو خدا نے اسے پورا کیا۔

قَالَ مَقْشُورٌ عَصَاكَ خذْناں کبائیں تیرے دست و بازو کو تیرے

يَا خِيْبَكَ وَلَجَمْعُ نَكْمَا بھائی کی اعانت سے قری کر دو لگا دو تم

سُطْحَانَا۔ دوزخ کو فرعون پر غالب کروں گا۔

چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے آغازِ کار سے انجامِ کار تک حضرت  
موسیٰؑ کا ساتھ دیا اور دعوتِ موسوی کے ہمیشہ شریک و امین رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اسی سلسلہ کو اور ترقی ہوئی۔  
پہلے خدا کے ایک صالح بندے نے اپنے بیٹے کو خدا کی مرضی پر  
قربان کرنا چاہا تھا۔ لیکن اب وہ وقت آیا کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام  
نے قربانی کے جامِ مقدس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ان کے لئے  
سولی کا جو تختہ تیار کیا گیا تھا اسی کی طرف بلا کسی ہاک کے بڑھے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور ان لوگوں نے نہ قتل کیا نہ تعسی علیہ السلام کو

وَلٰكِنْ شَبِّهَ نَكْمُر قتل کیا، نہ پھانسی دی، بلکہ ان پر اس

قربانی کی حقیقت مشد بہ ہو گئی۔

(۱۵۸ : ۴)

لیکن اسلام کے زمانہ تک خدا کی راہ میں جو قربانیاں ہوئی تھیں وہ محض شخصی حیثیت رکھتی تھیں یعنی انبیاء نے شخصی طور پر اپنی اولاد کو یا اپنے آپ کو قربان کر دیا تھا۔ جہاد کی یہ ابتداء تھی مگر اس کی تکمیل صرف اسلام پر موقوف تھی۔ چنانچہ اسلام نے جس طرح عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاہب کی تکمیل کی۔ اسی طرح جہاد کی حقیقت کو بھی مکمل اور واضح کر دیا۔

اب تک کسی پیغمبر کے خاندان نے جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ شخصی طور پر جو قربانیاں کی گئیں وہ راہ ہی میں روک لی گئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے محنت جگر کو خدا کی نذر کرنا چاہا لیکن اس کا موقع ہی نہ آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی کی طرف بڑھے۔ لیکن پھانسی گئے۔ آج تک تمام خاندانِ نبوت نے متفقہ طور پر اس میں شرکت بھی نہیں کی تھی۔ اور اس کی کوئی نظیر سلسلہ انبیاء میں نظر نہیں آئی تھی کہ صرف بھائی، صرف بیٹا، صرف بیوی ہی نے مقصدِ نبوت میں ساتھ نہ دیا ہو بلکہ بلا تمیز خاندانِ نبوت کے اکثر اعضاء و ارکان راہِ حق میں قربان ہوئے ہیں۔

یزید کی شخصی خلافت کی بیعت کے لئے جو ہاتھ بڑھتے تھے۔ وہ اسلام کی جمہوریت کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے اور مذہب کی قربانیاں صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہی کے لئے برا کرتی تھیں۔ اس لئے جب اسوۂ ابراہیم کے زندہ کرنے کا ٹھیک وقت آیا تو خاندانِ نبوت

کے زن و مرد، بال بچے، غرض ہر فرد نے اس میں حصہ لیا اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کی آغوش اب تک خالی تھی، ان سے کربلا کا میدان رنگ گیا۔

پس حضرت حسین علیہ السلام کا واقعہ کوئی شخصی واقعہ نہیں ہے اس کا تعلق صرف اسلام کی تاریخ ہی سے نہیں بلکہ اسلام کی اصل حقیقت سے ہے یعنی وہ حقیقت جس کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذات سے ظہور ہوا تھا اور وہ بتدریج ترقی کرتی ہوئی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ذات تک پہنچ کر گم ہو گئی تھی، اس کو حضرت حسین علیہ السلام نے اپنی سرفروشی سے مکمل کر دیا۔ خاندانِ نبوت، دنیا کے آباد کرنے کے لئے ہمیشہ اجڑتا رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گھر بار چھوڑا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آوارہ گری کی، نبوت محمدی کے متبعین میں سے حضرت حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا کے اندر اس خانہِ دیرانی کو مکمل کر دیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام سے خاندانِ نبوت کا سلسلہ ملا ہوا ہے انہوں نے ایک وادی غیر ذی ذرع میں شدتِ تشنگی سے ایڑیاں دگڑی تھیں، حضرت حسین علیہ السلام نے بھی میدانِ کربلا میں اس خاندانی روش کو زندہ کیا۔

# خون شہادت کی پکار

( ایک درس بصیرت )

طوفان فوج لانے سے آسے چشم فائدہ  
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

برادران عزیز !

آج جس حادثہ کبریٰ اور شہادت عظمیٰ کے تذکارہ درس کے لئے ہم سب یہاں جمع ہوتے ہیں۔ وہ وقائع و حوادث اسلامیہ کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے جو تاریخ کی اولین صدی سے لیکر اس وقت تک اپنے عجیب و غریب تاثر ماقم و درو اور حیرت انگیز بقائے ذکر و تاثیر کے لحاظ سے نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ حوادث محضہ عالم میں ایک عظیم النظیر امتیاز رکھتا ہے۔

اگر وہ تمام آنسو جمع کئے جائیں جو سترہ ہجری سے لے کر اس وقت تک اس واقعہ جاں سوز پر بہاتے گئے ہیں۔ اگر وہ تمام دروآہ و فغاں سوزاں یکجا کیا جائیں جو ان تیرہ صدیوں کی لاتعداد لاتعلیٰ اسلامی نسلوں کی صلا ہائے ماتم کے ساتھ بلند ہوتا رہا ہے، اگر درود و کرب

کی وہ تمام چھینیں، اضطراب و الم کی تمام پکاریں، سوزش و تپش کی وہ تمام بے قراریاں اکٹھی کی جاسکیں جو اس حادثہ کبریٰ کی یاد نے ہزاروں دکھوں انسانوں کے اندر ہمیشہ پیدا کی ہیں تو عزیزانِ ماتم شعار ! کون کہہ سکتا ہے کہ خونِ فشانہائے حسرت کا ایک نیا انگوٹھک واوقیانوس سطحِ ارضی پر بہہ نہ جائے گا؟ دردِ آہ و فغاں کی ہزار ہزار بھٹیاں بجڑک نہ اٹھیں گی؟ اور دردِ الم کی چیخوں، حسرت کی صداؤں، تڑپ کی بے چینیوں کے ہنگامہ خونین سے تمام عالم ایک شور زار نار و گنگا نہ بن جائے گا؟

تاہم میں جو پیام پہنچانے کے لئے آج آیا ہوں، وہ اس تذکرہ سے بالکل مختلف ہے۔ میں علم و الم کی شدت و کثرت کے اعتراف کی تاریخ نہیں ہوں۔ بلکہ اس عظیم النظیر شدت و کثرت کے بعد بھی آنسوؤں کی طلب ہوں۔ آہوں کی صدا ہوں، بے قراری کی پکار ہوں۔ اضطراب کی دھڑت ہوں۔ اور آہ ! آہ ! آہ ! اے صد ہزار آہ و حرماں کہ علم کے لئے بھوکا ہوں اور دردِ الم کے لئے ایک قلم پیاس ہوں۔

پس میں آج ان آنکھوں کا تذکرہ نہیں کرتا جو بہت مدہ کی ہیں مجھے ان آنکھوں کا سراخ بے لاد و جواب بھی رونے کیلئے تم آؤ میں میں ان دلوں کی سرگزشت نہیں سنا جو تڑپتے تڑپتے تنہا چکے ہوں میں ان دلوں کی تلاش میں نکلا ہوں جواب بھی تو وہاں ہونے کے لئے مضطرب ہیں ! مجھے ان زبانوں سے کیا سروکار جن کو فغاںِ سخی ہائے ماضی کا ادعا ہے ! میں تو ان زبانوں کے لئے پکار رہا ہوں جن کے اندر غم و ماتم کی بھٹیاں



سنگ رہی ہوں اور ان کا دھواں آج بھی کائنات نشاطِ نادانی کی اس تمام  
فضائے غفلت کو مکدر کر سکتا ہو جس کو عیش و عشرت کے تہمتوں میں درود  
عبرت کی ایک آہ بھی نصیب نہیں !

نہ داغ تازہ می خار و نہ زخم کبہ می کار و !

برہ یارب دے ، کیس صورت بے باں نمی خواہم

ہاں ! یہ سچ ہے کہ رونے والے اس پر بہت روتے ، ماتم کرنے والوں  
نے ماتم میں کمی نہ کی ۔ آہ و نالہ کی صداؤں نے ہمیشہ ہنگامہ کی مجلس  
طرائیاں کیوں اور یہ سب کچھ اتنا ہو چکا ہے جتنا آج تک شاید ہی دنیا  
کے کسی حادثہ عظم کو نصیب ہوا ہو ۔

تاہم تم یقین کرو کہ بایں ہمہ اس حادثہ عظیمیہ کی دعوتِ اشک  
و حسرت اب تک ختم نہیں ہوئی ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عورت  
درد کے اندر جو حقیقی طلب تھی وہ اب تک لبیک کے سہے استقبال  
سے خروم ہے ۔

تیرہ صدیاں مع اپنے دورانِ محرم و عشرہ ماتم کے اس پر گزر چکی ہیں  
لیکن اب تک خاک کر بلا کے وہ ذراتِ خونِ آشام ، جن کو آج بھی پھونکا  
جائے تو خونِ شہادت کے مقدس قطرے اس سے ٹپک سکتے ہیں ۔ بدستور  
آنسوؤں کے لئے پکار رہے ہیں ۔ خونِ نشانیوں کے لئے داعی ہیں ۔ آہ و  
فغاں کے لئے تشہ ہیں ۔ اضطراب و استہاب کے لئے بے قرار ہیں اور  
فضائے ریگزار ، کرب بلا کا ایک ایک گوشہ اب تک دیدہ ہائے

اشک فشاں ، جگر ہائے سوختہ ، دلہائے دو نیم اور زبان ہائے ماتم سرا  
کے لئے اسی طرح چشم براہ ہے۔ جس طرح سسہ کی ایک آتش خیز دوپہر  
میں خون کی ندیوں کی روانی ، ترپتی ہوئی لاشوں کا ہنگامہ اختصار اور ظلم  
و مظلومی۔ جرح و مہر دمی ، قتل و مقتولی کے ہنگامہ ایہم کے اندر سے نالہ  
ساز طلب اور فغاں فرمائے دعوت تھا۔

شیم خاک ولیکن جوئے تربت ما  
تو اس شناخت کزیں خاک مردی خیزو

لیکن اگر یہ دعوت درد ، محض اس پانی کے لئے ہے جو ندیوں کی جا  
آنکھوں سے بہے۔ اگر یہ طلب محض ان صداؤں کے لئے ہے۔ جن کا غوغا  
درختوں کے جھنڈ ، چڑیوں کے گھونسلوں ، دریاؤں کے سیران کی جگہ انسانوں  
کی زبانوں سے بلند ہو ، اگر یہ انتظار الم محض اس ماتم کے لئے ہے جو پتھروں  
کے ٹکڑانے کی جگہ انسانی دست و سینہ کی محک سے ہنگامہ ساز ہو تو اسے  
برادران غفلت شعار ! اور اسے چشمان خواب آلود ! بلا شبہ یہ سب  
کچھ بوجھا۔ اور بلا شبہ سوال کو جواب ، دعوت کو لبیک اور طلب  
کو مطلوب مل چکا۔

اگر انسان کا بچہ بھوک سے روتا اور روٹی کے لئے آنکھوں کو سرخ  
کر لیتا ہے تو انسانوں کے بڑے بڑے گروہ کیوں نہیں آنسو بہا سکتے؟  
اگر درختوں کے جھنڈ ہوا سے مل کر چند لمحوں کے لئے دنیا کو شور و  
غوغا سے ہمراز کر سکتے ہیں تو آدم کی اولاد اپنے آہ و بیک سے کیوں آسمان کو

سر پر نہیں اٹھا سکتی ؟

اگر بے جان مہرے روح پتھر دوسرے پتھر پر گر کر معدودہ برق کا  
ہنگامہ پیدا کر سکتا ہے تو تم کہ روح و ارادہ رکھتے ہو، اپنے دست  
پائے ماتم کناں سے کیوں ایک ہنگامہ زار وحشت گرم نہیں کر سکتے ؟  
کیا تم کو دنیا کی ان آنکھوں کی خبر نہیں جو روتی ہیں حالانکہ ان سے  
ایک آنسو بھی نہ بہا ؟

کیا تم نے ان زبانوں کے متعلق کچھ نہیں سنا جو چنتی ہیں حالانکہ انہوں نے  
ایک پیچ بھی نہ پائی ؟ اور کیا تم نے ان جسموں کا تماشا نہیں دیکھا جو ترو  
بالا ہوتے ہیں حالانکہ ان کو ایک تڑپ بھی نصیب نہ ہوئی ۔

پھر کیا اس غفلت آباد ہستی میں وہ دل بھی نہیں ہیں جو گدول دل میں  
مگر دل نہیں ہیں ، کیونکہ دل کی طرح نہیں سوچتے ؟ کیا وہ کان بھی نہیں ہیں  
جو گو سامع ہیں مگر کان نہیں کیونکہ سنتے نہیں ؟ اور کیا ایسی آنکھیں بھی نہیں  
ہیں جو گو بصیر ہیں مگر آنکھیں نہیں ہیں کیونکہ دیکھتیں ؟

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا  
يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا  
أُولَٰئِكَ كَانُوا فِي سَعْيٍ مَّا هُمْ أَغَاظُونَ

میں اے عزیزانِ امن ! دردِ الم کی یہ پاک دلتیں صرف اس روانی  
آبِ قلم سے اور ہنگامہ غوغا ہی کے نہیں جوتیں جو  
آنسوؤں ، فغاظوں اور ماتموں کے نام سے ظہور میں آجائیں اور

اگر ان کا یہی مقصد ہوتا تو اس کے لئے انسان کی خصوصیت نہ تھی، کتنے ہی سمندر پانی سے بھرے ہوئے ہیں اور کتنے ہی جنگل شور و غوغا سے جگمگا رہے ہیں۔

بلکہ یہ دعوت، یہ پکار، یہ طلب، یہ مہلِ مَنِّ مَحْبُوبِ مَنیٰ الحقیقت ان آنسوؤں کے لئے ہے جو صرف آنکھوں ہی سے نہیں بلکہ دل سے بہیں۔ وہ ان آہوں کا دھواں مانگتی ہے جن کی ٹیس صرف منہ ہی سے نہیں بلکہ اعماقِ قلب سے اٹھیں۔ وہ صرف ہاتھوں ہی کے ماتم کے لئے نہیں پکارتی بلکہ دل کے ماتم کی غرض ایک صدائے حقیقت کے لئے تڑپ رہی ہے، اگر تہا سے پاس اس کے لئے آنکھوں کا آنسو نہ ہو تو اسے کوئی شکایت نہیں، لیکن آہِ تمباری غفلت، اگر تہا سے پہلوؤں میں کوئی زخم نہ ہو جس سے پانی کی جگہ خون ہے، اگر تمباری زبانوں کو درد کی چیخ نہیں آتی تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن آہ! یہ کیا ہے کہ تہا سے دلوں کے اندر حقیقت شناسی کی ایک ٹیس، عبرت کی ایک ٹپک، بصیرت کی ایک تڑپ، احساسِ صمیمِ وحق کا ایک اضطراب بھی نہیں ہے۔

مومن فرح لانے سے اسے چشمِ فائدہ

۔ ورنہ بھی بہت میں اگر کچھ اثر کریں

اِنَّ اللہَ اَسَدُ شَدَادَ مَظْلُومِ کی منظوم اور یا عجب غفلت و نادانی کی برقصہ فی !! اس سے بڑھ کر دنیا میں مظلومی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ

دشمنوں اور دوستوں، دونوں نے اس پر ظلم کیا، دشمنوں نے اس کی شہادت  
 غلطیہ کی غفلت مٹانی چاہی۔ مگر دوستوں نے بھی اس کی شہادت کی اصلی  
 حقیقت و بصیرت سے غفلت کی۔ دشمنوں نے اس پر ظلم کیا کیونکہ اس کی  
 مظلومی پر انہیں رونا نہ آیا، پر ان دوستوں نے بھی ظلم کیا جو گوروتے مگر  
 اس کی اصلی تقدیس و شرف کے لئے سپاہی اور حمل کا ایک آئینہ بھی نہ بنے  
 سکے دشمن تو دشمن تھے اس لئے انہوں نے اس کی دعوت حق کو مٹانا چاہا  
 مگر دوست، دوست ہو کر بھی اس کی دعوت کی پیروی نہ کر سکے۔  
 دَشْمَانُهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ دَهْشَةً لَا يُبْصِرُونَ۔

پس سپاہی ماتم وہی ہے جو صرف ہاتھ ہی کا نہیں بلکہ دل کا ماتم ہو تو حقیقت  
 درو کا اصلی جواب وہی ہے جو بصیرت و بصیرت کی زبان سے نکلے، تمہاری آنکھیں  
 اس حادثے پر بہت روچکی ہیں مگر اب تک تمہارے دل کا رونا باقی  
 ہے اور اگر رونا ہے تو اپنے دل کو رلاؤ، ورنہ صرف آنکھوں کی اس  
 روانی کو بے کر کیا سمجھو جس میں دل کی اٹک افشانی کا کوئی حصہ نہیں  
 ہے حالانکہ انسان کی ساری کائنات حیات صرف دل ہی کی زندگی سے ہے۔  
 فَإِنَّهَا لَا تَعْلَىٰ لِأَنْبَسَاوْ وَلَكِنَّ نَعْنَىٰ الْعُقُوبِ النَّحْيُ فِي الصُّدُورِ

مجھے یہ ہے کہ دل زندہ کر تو نہ مر جاتے

کہ زندگانِ عبارت ہے تیرے جینے سے

پس آؤ اس حادثہ غلیظہ پر غور و فکر کی ایک نئی صف ماتم بھیانک اور  
 حقیقتوں بصیرتوں اور جبرئیل نکالیں جن پر آنکھوں کی اٹک نشانیوں سے نیا

روح پر ماتم عادی ہوتا ہے۔

سب سے پہلی چیز جو اس سلسلہ میں ہمارے سامنے آتی ہے وہ اس واقعہ کی یادگار اور اس کا دائمی تذکار ہے۔

دنیا میں ہر قوم نے اپنے ماضی کے ان واقعات و حوادث کی ہمیشہ تعظیم کی ہے جن کے اندر قوم و ملک کے لئے کوئی غیر معمولی تاثیر یا عبرت پائی جاتی تھی اور ہمیشہ ان انسانی بڑائیوں اور عظمتوں کی یاد کو یاد گاروں ، تہواروں ، عمارتوں ، تاریخوں ، قومی روایتوں اور قومی مجسموں کے انعقاد کے ذریعہ زندہ رکھنا چاہا ہے جن کے اندر خود اس قوم کی کوئی عظمت اور بڑائی پوشیدہ ہے

پہلی چیز جس کو تمام اقوام متحدہ نے ”مشابیرِ رپتی“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یہی چیز ہے کہ ہر قوم اپنی قومیتوں کے بڑے بڑے بانیوں ، مذہبی معتمدوں ، محب الوطنوں اور قومی شہیدوں کی یاد کو کبھی بھی مفقود ہونے نہیں دیتی۔

ہوئے ایڈ کھٹی۔ کالڈیا کے مجری کتب خانے میں وہ ایٹش رکھی گئیں جن پر نامور ابنِ ملت کے مناقب و حمائد کندہ تھے عرب جاہلیت نے اپنے سلسلہ اشاب کا ایک حرف ضائع ہونے نہ دیا اور ذوالہجاز

سے مجری کتب خانہ سے مقصود تمدنِ بابل و کالڈیا کا وہ عہد ملتی ہے جب کہ کتابیں پتروں اور درختوں کی چھاؤں کی جگہ پتھر پر کندہ کر کے رکھی گئیں اور جن کا بڑا ذخیرہ بابل کے آثارِ عتیقہ میں موجود ہے۔

اور عکاظ میں اسلاف کے مفاخرہ معافی کی داستان سرفانی قائم کی۔ مسدویں نے ایسے ایسے مینار بنائے جو ہزاروں برسوں کے بعد بھی اپنی تعمیرِ اولین کی طرح محکم و استوار ہیں اور پھر ان کے اندر اپنے ناموروں کی لاشوں کو خطہ (مسی) کر کے محفوظ کر دیا۔ ہندوستان نے اپنے مہاجرات کے معرکے کو قومی روایتوں میں داخل کر دیا۔ اور والیک کی سحر طرازیوں نے نسلی مفاخر کی روح کو پشردہ گئی ہے بچا لیا۔ اقوامِ قدیمہ کے یہ تمام اعمال صرف اسی حقیقت کے لئے تھے کہ اسلاف و مشاہیر کی یاد زندہ و قائم رکھی جائے۔

آج اوقیانوس کا بحری مسافر دانشگاہی کے بُت کو ساحلِ امریکہ سے دیکھ کر دور سے پکار اٹھتا ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے شہروں اور ان کی محکوم آبادیوں کی شاہراہوں اور باغوں میں جا سبھا سٹلی بت نظر آتے ہیں۔ شکسپیئر کا مولد اب تک قائم ہے۔ ملٹن کی میز کو مرنے نہیں دیا جاتا۔ جانسن کے آثار اب بھی ہر شخص دیکھ سکتا ہے میلن میں ایک جگہ منگی یہ کتبہ تم پر صو گے : پاک میز بنی نے اپنا سبھاں بچپن گزارا تھا :

یہ سب کچھ بھی اسی مشاہیر پرستی کی ایک زیادہ خوشنما و دلنریب شکل ہے۔ جو پہلے محض قومی روایتوں اور افسانوں طرازیوں کے ذریعہ قائم رکھی جاتی تھی۔

لیکن یہ امر بالکل غلام ہے کہ اس تذکار و یادگار کا اصلی مقصد کسی واقعہ کو محض یاد رکھنا یا کسی نام کو فراموش نہ ہونے دینا ہی نہیں تھا بلکہ کچھ اور بھی مقصد تھا، کیونکہ اگر یہی مقصد ہوتا تو اس کے لئے

کسی خاص نام، کسی خاص واقعہ، کسی خاص حادثہ میں کوئی متاثر خصوصیت نہ تھی۔ پھلوں کو اگر محض یاد ہی رکھنا ہے تو اس کے لئے بڑا اور چھوٹا ادنیٰ اور اعلیٰ، نیک و بد سب یکساں ہیں۔ کون سی وجہ ہے کہ کار تیج کے مشہور ہوتے بال کو یاد رکھا جائے اور شیش کو یاد نہ رکھا جائے جو اسی عہد میں گزرا تھا۔

**احیاء کار ہائے نمایاں** | اس سب سے زیادہ پرانی رسم کے اندر کام کر رہی ہے دراصل ماحول، وجودوں، شخصیتوں اور محض تذکرہ و یاد آوری سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ اس سے اصلی غرض یہ تھی کہ جو اعمال حسنہ و عظام ہم، نتائجِ عظیمہ اور بصائر و مواظظ جلیلہ ان مشاہیر اور ناموروں کی زندگی سے وابستہ ہیں اور جن کی یاد اور تذکرہ کے اندر قوموں اور ملکوں کے لئے سب سے زیادہ مؤثر اور نافذ دعوت عمل و اتباع ہے، ان کی یاد کو حی و قائم رکھا جائے اور مختلف ذریعوں سے ایسے مواقع بہم پہنچائے جائیں جن کی وجہ سے کبھی بھی آئندہ نسلیں، ان اعمالِ حسنہ کے نمونوں کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

وَذَكِّرْهُمْ يَوْمَئِذٍ الَّذِي نَسُوا فَمِنْهُمْ مَن يَخْشَىٰ

ختم شد



# اسلامی کتب

۳۵/- روپے	ابوالکلام آزاد	مسند خلافت
۲۲/-	"	اسلام کا نظریہ جنگ
۲۸/-	"	مسلمان عورت
۳۵/-	"	اتم الکتاب
۱۵/-	قاری محمد طیب	ایک قرآن
۲۵/-	مولانا منظور نعمانی	اسلام کیا ہے؟
۲/-	بخاری شریف	چهل حدیث
۳/-	مولوی سعید الدین دہلوی	چالیس سبق
۱۸/-	مجاہد عبد القیوم	اسلامی ثقافت
۲۵/-	مفتی عبدالرحمان	بصائر قرآنی
۱۸/-	مشعل نعمانی	اسلام کی عالمگیر نصیحتات
۲۰/-	ابوالکلام آزاد	قول فیصل
۱۶/-	مولانا محمد زکریا	فضائل نماز
۳۵/-	مولانا احمد سعید دہلوی	جنت کی کنجی
۲۰/-	کوثر حسین جعفری	اقوال زریں

بساطِ ادب ادبی مارکیٹ لاہور نمبر ۲  
چوک انارکلی